Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

•جلد 13 /•شمارہ 9 /•اپریل /2024

ماہنامہ

فہمِ دین

ہمارا سیزن لگا یا نہیں؟

بھلا کر بھلا ہو

عید اور نیند

رمضان

گوشۂ نجات

امید کی کرن

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

زکوۃ ایک فریضہ

صرف قابلِ اعتماد ہاتھوں سے

BAITUSSALAM

تعلیم

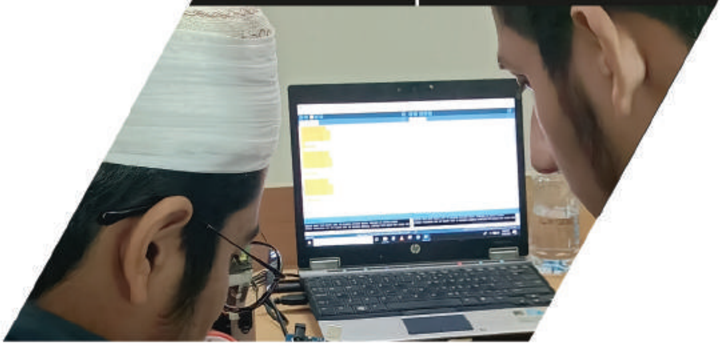

خدمت

صحت

ہو فرض بھی ادا

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

اپریل 2024

فہم وفکر

امید کی کرن	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

گوشۂ نجات	حافظہ صبا بتول	10
جرم ضعیفی کی سزا	حفصہ محمد فیصل	11
حیا ایمان سے ہے	سیدہ فاطمہ طارق	12
شکر گزاری	عمارہ فہیم	14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	15
علم الفقہ	رشید عطا	16
کر بھلا ہو بھلا	حکیم شمیم احمد	17
فلسطین	امۃ اللہ	18

خواتینِ اسلام

ابھی کچھ وقت باقی ہے	ام محمد سلمان	20
ہیپی عید ملن پارٹی	انیسہ عائش	21
ماں جایا	سیدہ ناجیہ شعیب	22
عید اور نیند	لائبہ عبد الستار	25
رمضان کے بعد ہمارے رویے	فاطمہ ابراہیم	26
رمضان، عید اور ہم	ثمینہ کوکب	27
اصلاحِ نفس	انعم علی شیخ	28
تحفظ ختم نبوت	صائمہ مجید	29
عید بندگی خدا	فریحہ معراج	30

باغچہ اطفال

خوابوں کی دنیا	قانتہ رابعہ	32
قعقاع کی آواز	بنت تاجور	33
خوب صورت بات	فاکہہ قمر	34
صبر اور دعا کا پھل	شبیر احمد	35
عید آئی ہے خوشی مناؤ	یاسر فاروق	35
پوسٹ آفس	مہوش اشرف	36
درد	نمرہ امین	36
میٹھی عید	قرۃ العین خرم	37
صہیب کی عید	ام عبد اللہ	38
مانی اور ٹمی	سمیرا انور	39

بزمِ ادب

رمضان الوداع	جوہر عباد	42
گلدستہ	حافظ محمد اطہر	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیضان الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

مدیر کے قلم سے

امید کی کرن

تقریباً 100 سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا، جب خلافتِ عثمانیہ اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی اور ہندوستان کے مسلمان فرنگی استعمار کی موجودگی میں ''تحریکِ خلافت'' کے جھنڈے تلے خلافتِ عثمانیہ بچانے کے لیے برصغیر کے چپے چپے میں عوامی تحریک چلارہے تھے۔ اس تحریک میں امتِ مسلمہ کے اتحاد کی جھلک نظر آتی تھی، پھر اس کے بعد تو امت فرقے فرقے ہی نظر آئی۔ مگر اب 100 سال بعد تقریباً 6 ماہ سے جاری غزہ کے معرکے نے امت میں جو بیداری پیدا کی ہے، وہ اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آئی، بلکہ مسلم تو مسلم، کافر ملکوں میں بھی اسرائیل کے خلاف شدید احتجاج اور سخت نفرت دیکھنے کو ملی۔ ہمارے حکمران تو کٹھ پتلیاں ہیں، غلامی کی مختلف زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اس غلامی سے نکلنا بھی نہیں چاہتے، مگر عوام سوشل میڈیا اور سڑکوں پر، علمائے کرام منبر و محراب پر اور دینی رفاہی تنظیمیں عملی میدان میں جس طرح اس موضوع کو زندہ رکھے ہوئے ہیں، وہ قابلِ تحسین ہے۔

7 اکتوبر کو معرکہ ٔطوفانِ اقصیٰ کے شروع شروع کے دِنوں میں بعض جلد بازوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا کہ حماس اور غزہ کے مجاہدین سیاسی تنہائی کا شکار ہیں، مسلم ممالک میں سے کوئی ان کا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہے، ان کے سیاسی دفتر میں جا کر ملاقات کرنا تو دور کی بات ہے، ان کے حق میں بیان تک دینے کو تیار نہیں، مگر اب تقریباً چھ ماہ بعد اسرائیل سیاسی اور سفارتی محاذ پر تنہا کھڑا نظر آرہا ہے۔ دُنیا بھر میں مغربی طاقتیں جو اسرائیل کی پشت پناہ بن کر سامنے آئی تھیں، بالخصوص امریکا جو سلامتی کونسل میں فلسطین کے حق میں پیش کی جانے والی ہر قرارداد کو ویٹو کیے جارہا تھا، اب گزشتہ ہفتے وہ بھی قرارداد کو ویٹو نہ کرسکا۔ عالمی عدالتِ انصاف جو اسرائیل کے خلاف گزشتہ ماہ جنوبی افریقا کی طرف سے دائر کیے گئے مقدمے کا گول مول فیصلہ سنا کر ایک طرف ہو گئی تھی، مگر اپنے 28 مارچ کے فیصلے میں، کسی جج کے اختلافی نوٹ کے بغیر، تمام ججوں کے اتفاق سے اسرائیل کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا اور اسے کہا گیا کہ وہ فوری طور پر غزہ میں نسل کشی کو بند کرے۔ حتیٰ کہ اسپین سمیت چار مغربی ممالک یہ سوچنے اور قرارداد لانے پر مجبور ہو گئے کہ فلسطین کو بہ طورِ ریاست تسلیم کرنے کا وقت آچکا ہے۔

قارئینِ گرامی! ہمارے اصل شہزادے تو غزہ کے باسی ہیں، مگر اُن نوجوانوں کو بھی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی، جنھوں نے 8 فروری کے سیاسی ہنگاموں میں مسئلہ فلسطین کو دفن نہیں ہونے دیا اور جنھوں نے کرکٹ میچوں کے شور شرابے میں معرکہ ٔطوفانِ اقصیٰ دبنے نہ دیا، بلکہ اسرائیلی مصنوعات کی بائیکاٹ مہم کو بھی وہ آہستہ آہستہ عروج پر لے آئے، ایک عمدہ پوسٹ دیکھنے کو ملی کہ: اگر ہم (اسرائیلی مصنوعات) نہیں کھائیں گے تو ہم مر نہیں جائیں گے، لیکن اگر ہم (اسرائیلی مصنوعات) کھائیں گے تو وہ (اہلِ غزہ) مر جائیں گے۔ (اس لیے کہ اسی پیسے سے اسرائیل گولا و بارود خرید کر ہمارے قابلِ فخر بھائیوں، بہنوں اور بچوں کو شہید کرتا ہے)، یہ سب ہمارے ایک امت ہونے اور امت کے بیدار ہونے کی علامت ہے۔

قارئینِ گرامی! غزہ کے معرکہ طوفانِ اقصیٰ کے ثمرات تو اتنے زیادہ ہیں کہ جن پر کئی مضامین لکھے جاسکتے ہیں، مگر ایک سب سے بڑا فائدہ جو امتِ مسلمہ کے لیے امید کی کرن ثابت ہو رہا ہے، وہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کا پھر سے ایک امت بن کر سوچنا ہے۔ امت بن کر رہنا یہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کی شکل میں قرآن کی تعلیمات ہیں۔ امت بن کر جینا یہ الْمُؤْمِنُوْنَ كَجَسَدٍ وَاحِدٍ کی صورت میں نبی رحمت ﷺ کی دِلی تمنا ہے اور امت ہونے کے ناتے دُنیا بھر میں لشکر کشی کرنا یہ قرونِ اولیٰ کی وہ یاد ہے، جب ایک مسلمان بیٹی کی آواز پر سندھ کے راجا داہر کے خلاف حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک لشکر سندھ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ دُنیا میں قوموں کی زندگی، بلکہ ترقی کا راز اتحاد ہی ہے، فرقہ واریت تو کسی قوم کو دشمن کے لیے تر نوالہ بنادیتی ہے، اسے آپس میں ہی لڑا بھڑا دیتی ہے، اس کی صلاحیتوں کو منفی پروپیگنڈوں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں ضائع کر دیتی ہے، اس لیے قارئینِ گرامی! امید کی یہ کرن جو اہلِ غزہ کی قربانیوں کے ثمرے میں امتِ مسلمہ کے اتحاد کی شکل میں نظر آرہی ہے، اسے بجھنے نہ دینا چاہیے، جب تک اہلِ غزہ حالتِ جنگ میں ہیں، ہم بھی حالتِ جنگ میں ہیں؛ ان کے لیے دُعا کرنا، اسرائیلی مصنوعات کا ہر صورت ہر سطح پر بائیکاٹ کرنا اور غزہ میں جاری بدترین قحط سالی کے اس دور میں اُن کی مالی مدد کرنا ہی وہ چند کام ہیں، جو ہمیں اس معرکے میں خدا کے ہاں مجرم ہونے سے بچا سکیں، ورنہ ہمارے پاس خدا کے ہاں سرخ رُو اور بری الذمہ ہونے کے لیے کوئی جواب نہیں ہے۔ والسلام!

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

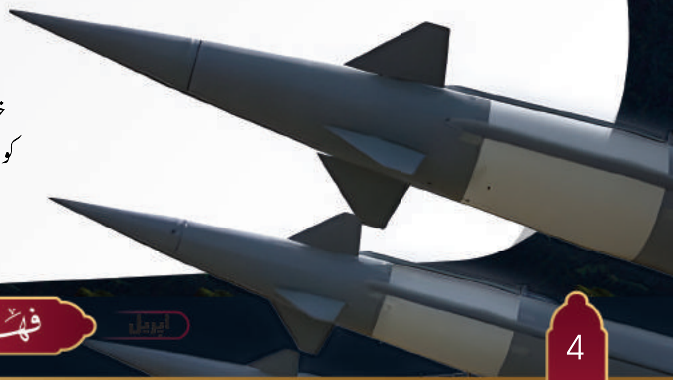

فہم قرآن

المائدة 91-95

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (91)

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (91)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (92)

ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو اور اگر تم (اس حکم سے) منہ موڑو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول پر صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صاف صاف طریقے سے (اللہ کے حکم کی) تبلیغ کردیں۔ (92)

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (93)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیکی پر کاربند رہے ہیں، انھوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا ہے، اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، بشرط یہ کہ وہ آیندہ ان گناہوں سے بچتے رہیں اور ایمان رکھیں اور نیک عمل کرتے رہیں، پھر (جن چیزوں سے آیندہ روکا جائے ان سے) بچا کریں اور ایمان پر قائم رہیں اور اس کے بعد بھی تقویٰ اور احسان کو اپنائیں، اللہ احسان پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (93)

تشریح نمبر 1: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شراب حرمت کا حکم آنے سے پہلے پی گئی ہے، کہیں وہ ہمارے لیے گناہ کا سبب نہ بنے۔ اس آیت نے یہ غلط فہمی دور کردی اور یہ بتادیا کہ چوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے صاف الفاظ میں منع نہیں کیا تھا، اس لیے اس وقت جنھوں نے شراب پی تھی، اس پر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

تشریح نمبر 2: احسان کے لغوی معنی ہیں "اچھائی کرنا" اس طرح یہ لفظ ہر نیکی کو شامل ہے، لیکن ایک صحیح حدیث میں آں حضرت ﷺ نے اس کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے، جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم اس تصور کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا دھیان رکھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ
مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ
اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ
ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (94)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعے ضرور آزمائے گا، جو تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں کی زد میں آجائیں گے، تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اسے دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے، پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا، وہ درد ناک سزا کا مستحق ہوگا۔ (94)

تشریح نمبر 3: جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے، جب کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھ لے تو اس کے لیے خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ عرب کے صحراؤں میں کسی شکار کا مل جانا مسافروں کے لیے ایک نعمت تھی، اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ حرام باندھنے والوں کی آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ کچھ جانوروں کو ان کے اتنا قریب بھیج دے گا کہ وہ ان کے نیزوں کی زد میں ہوں گے، اس طرح ان کا امتحان لیا جائے گا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس نعمت سے پرہیز کرتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے ایمان کا اصل امتحان اسی وقت ہوتا ہے، جب اس کا دل کسی ناجائز کام کے لیے مچل رہا ہو اور وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس ناجائز کام سے باز آجائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ
مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ
عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ
عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (95)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو اور اگر تم میں سے کوئی اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا، (جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ) جو جانور اس نے قتل کیا ہے، اس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور کو جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار، تجربے کار آدمی کریں گے، کعبہ پہنچا کر قربان کیا جائے یا (اس کی قیمت کا) کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں، تاکہ وہ شخص اپنے کیے کا بدلہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہوچکا، اللہ نے اسے معاف کردیا اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ اقتدار اور انتقام کا مالک ہے۔ (95)

تشریح نمبر 4: اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرنے کا گناہ کرلے تو اس کا کفارہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے، اگر وہ جانور حلال ہو تو اس علاقے کے دو تجربے کار، دین دار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر چوپایوں یعنی گائے، بیل، بکری وغیرہ میں سے اس قیمت کے کسی جانور کی قربانی حرم میں کردی جائے یا اس کی قیمت فقرا میں تقسیم کردی جائے اور اگر کسی ایسے جانور کا شکار کیا تھا جو حلال نہیں ہے، مثلاً بھیڑیا تو اس کی قیمت ایک بکری سے زیادہ نہیں سمجھی جائے گی اور اگر کسی شخص کو مالی اعتبار سے قربانی دینے یا قیمت فقرا میں تقسیم کرنے کی گنجائش نہ ہو تو وہ روزے رکھے۔ روزوں کا حساب اس طرح ہوگا کہ اس جانور کی جو قیمت بنی تھی، اس میں سے پونے دو سیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ سمجھا جائے گا۔ آیت کی یہ تشریح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک "اس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور" کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شکار کیے ہوئے جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر اس قیمت کا کوئی چوپایہ حرم میں ذبح کیا جائے۔

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

اعتکاف وعیدین

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرے کے اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ سے لو لگانے، اس کے در پہ یعنی کسی مسجد کے کونے میں پڑ جانے اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اسی کے ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ یہ خواص بلکہ اخص الخواص کی عبادت ہے، اس عبادت کے لیے بہترین وقت رمضان مبارک اور خاص کر اس کا آخری عشرہ ہی ہو سکتا تھا، اس لیے اسی کو اس کے لیے انتخاب کیا گیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فِيْ الْمُعْتَکِفِ هُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ وَ یَجْرِيْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّهَا (رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہو جانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرف جاری رہتا ہے اور نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

تشریح: جب بندہ اعتکاف کی نیت سے اپنے کو مسجد میں مقید کر دیتا ہے تو اگرچہ وہ عبادت اور ذکر و تلاوت وغیرہ کے راستے میں اپنی نیکیوں میں خوب اضافہ کرتا ہے، لیکن بعض بہت بڑی نیکیوں سے وہ مجبور بھی ہو جاتا ہے، مثلاً: وہ بیماروں کی عیادت اور خدمت نہیں کر سکتا جو بہت بڑے ثواب کا کام ہے، کسی لاچار، مسکین، یتیم اور بیوہ کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتا، کسی میّت کو غسل نہیں دے سکتا، جو اگر ثواب کے لیے اور اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت بڑے اجر کا کام ہے، اسی طرح نماز جنازہ کی شرکت کے لیے نہیں نکل سکتا، میّت کے ساتھ قبرستان نہیں جا سکتا، جس کے ایک ایک قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں، لیکن اس حدیث میں اعتکاف والے کو بشارت سنائی گئی ہے کہ اس کے حساب اور اس کی صحیفۂ اعمال میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سب نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں، جن کے کرنے سے وہ اعتکاف کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے اور وہ ان کا عادی تھا۔

عیدالفطر وعیدالاضحیٰ

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں، جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانا ہی پکاتے کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرّت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے، جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں۔ ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ، بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی و ملی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں، ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

عیدگاہ کی آمدورفت میں راستہ کی تبدیلی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ

(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز کے لیے جس راستے سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے، واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔ علمانے اس کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں، اس عاجز کے نزدیک ان میں سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ اس لیے کرتے تھے کہ اس طرح شعائرِ اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت و شوکت کا زیادہ سے زیادہ اظہار و اعلان ہو، نیز عید میں جشن اور تفریح کا جو پہلو ہے، اس کے لیے بھی یہی زیادہ مناسب ہے کہ مختلف راستوں اور بستی کے مختلف حصّوں سے گزرا جائے۔ واللہ اعلم!

عیدین کے دن کھانا نماز سے پہلے یا نماز کے بعد۔۔۔؟

عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّيَ

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ عید الفطر کی نماز کے لیے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے

عَنْ أَبِيْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهْرِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد ماہِ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ (صحیح مسلم)

Shangrila®

THE FOOD EXPERTS!

EVERY POUR TELLS A *Different Story*

www.shangrila.com.pk | ShangrilaPakistan | ShangrilaPakistan

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

ہماراسیزن لگا یا نہیں؟

لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ o

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ o

سَلٰمٌ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ o

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اللہ تعالی نے ایک بہت عظیم الشان رات رکھی ہے، جس کی عظمت واہمیت دلوں میں پیدا کرنے کے لیے یوں کہا: جانتے ہو یہ رات کیا ہے اور اس رات میں کیا ہے ! پھر کچھ نمونہ بتایا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ

اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں یعنی 83 سال 4 مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

کسی منڈی اور بازار کا پتا چلے کہ وہاں ایک کا فائدہ 50 گنا 100 گنا ہے تو بھلا کون ہوگا جو اس نفع کو نظر انداز کر دے، پھر دنیا کی کاروباری رعایتیں عارضی اور وقتی ہوتی ہیں، یہاں تو دائمی پیش کش ہے۔ منسوخی کا کوئی امکان نہیں اور یہ خبر محض گمان نہیں، پکی سچی خبر ہے۔ کہنے والی ذات اللہ تعالی کی اور بھلا اللہ سے بڑھ کے سچا اور پکا قول کس کا ہو سکتا ہے !

جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس رات آتے ہیں جو بھی کہیں گھر میں مسجد میں، سجدے میں، قیام میں، رکوع میں، دعاؤں میں، تلاوت میں مشغول ہوتا ہے، اپنی جماعت کے ساتھ مل کر اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔

برکتوں اور رحمتوں کا یہ سلسلہ کسی ایک گھڑی میں نہیں ہوتا، کسی خاص وقت میں نہیں ہوتا، طلوع فجر تک یہ رحمتوں کا، برکتوں کا، بخششوں کا فیصلہ جاری رہتا ہے۔ اللہ ہمیں قدر نصیب فرمادے۔ آمین !

قدر دانوں کے لیے تو سارا مہینا ہی جاگنا آسان ہے، آخری عشرہ کیا، طاق راتیں کیا قدر دانوں کے یہاں تو سارے مہینوں کی راتوں کو زندہ کرنا اپنی عبادتوں سے آسان ہے، کمائی کتنی ہے؟ لیکن تراسی سال کی عبادت، یہ وہ مبارک گھڑیاں ہیں۔ کہ اس تھوڑے وقت میں بہت کمائی ہو سکتی ہے۔ دنیا میں آدمی کاروباری سیزن میں اپنا ایک ہدف مقرر کرتا ہے کہ میں نے اس سیزن میں یہ ہدف پالینا ہے۔ میں نے اس ٹارگٹ تک پہنچنا ہے، اگر اسے وہ ہدف اور ٹارگٹ نہ ملے تو کہتا ہے سیزن نہیں لگا۔ کمائی ہوئی ہے، کاروبار ہوا ہے، لین دین ہوا ہے، تجارت ہوئی ہے، خرید وفروخت ہوئی ہے، آمدنی بھی ہوئی ہے، لیکن ٹارگٹ پورا نہ ہو تو کہتا ہے سیزن نہیں لگا۔ اور جس کو سیزن میں ہدف مل جائے پورا سال مطمئن رہتا ہے۔ سیزن اچھا لگ گیا ہے اور اگر چند سال تک اس کے ہدف پورے ہوتے رہیں، چند سال تک اس کے سیزن کے اہداف پورے ہوتے جائیں، پھر کیا ہوتا ہے؟ اس کے بچے پیلے اسکولوں سے ہٹ کر پر شکوہ عمارت والے اسکولوں میں آجاتے ہیں۔ اس کی گاڑی کا ماڈل بدل جاتا ہے، وہ کالونیوں سے سوسائٹیوں میں اور سوسائٹیوں سے ڈیفنس میں آجاتا ہے۔ اس کا رہن سہن اوڑھنا بچھونا بدل جاتا ہے، اس کے یار دوست بدل جاتے ہیں، نشستیں بدل جاتی ہیں، غمی خوشی کے نقشے بدل جاتے ہیں کہ اس نے جو سیزن کے اہداف مقرر کیے تھے، کئی سال سے وہ پورے ہو رہے ہیں۔ سب ہی کچھ بدل جاتا ہے اور ایسا نہیں میں اور آپ کئی ایسے لوگوں کو جانتے ہیں، بلکہ ہمارے ساتھ خود بیت رہی ہوتی ہے تو جب آمدنی اچھی ہوتی ہے تو سب ہی کچھ خود بخود تبدیل ہونے لگتا ہے۔

رمضان کا بھی ایک ہدف ہے۔ نیکیاں کمانے والوں کے لیے رمضان سیزن ہے اور اس سیزن کا ہدف بھی۔ جسے یہ ہدف مل گیا اسے گویا رمضان کا سیزن مل گیا۔

ایک مسلمان 15، 20، 25 سال سے رمضان پاتا ہے، روزے رکھتا ہے، تراویح پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، سحری افطاری کرتا ہے۔ دعا و مناجات، آہ وزاری۔ سب کچھ کرتا ہے اور یہ ساری عبادتیں مبارک۔ لیکن اگر وہ ہدف نہیں پاتا، وہ ٹارگٹ نہیں حاصل کرتا۔ جب اس کا سیزن ہی نہیں لگتا تو پھر پورے سال میں تبدیلی کیسے آئے؟ ہدف ہی نہیں پایا تو پورے سال میں تبدیلی کیسے آئے؟ کاروباری سیزن میں ہدف پالیا جائے تو پورا سال اطمینان سے گزرتا ہے۔ میرے اور آپ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے رمضان کا ہدف مل گیا اس کا پورا سال سلامتی سے گزر گیا۔ وہ تو پورے سال اس رمضان کی کمائی استعمال کرتا ہے۔ وہ تو پورے سال رمضان کی طاقت سے سفر طے کرتا ہے۔ کاروباری سیزن میں خرید وفروخت

ہوتی ہے، لین دین ہوتا ہے، چیزیں بکتی ہیں، بیچی جاتی ہیں، لیکن ہدف مقرر نہ ہو لوگ کہتے ہیں سیزن نہیں لگا۔ اس دفعہ سیزن نہیں لگا۔ رمضان کا بھی ایک ہدف، جو اللہ نے مقرر کیا ہے؟ قرآن نے بتایا ہے، رمضان کا ہدف اللہ نے یہ مقرر کیا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔ یہ رمضان کا ہدف ہے اور تقویٰ کس کا نام ہے؟ گناہ نہ ہو۔ ناں ناں! اس کی زندگی میں کبھی گناہ نہ رہے! ایسا نہیں، یہ تقویٰ نہیں ہے، تقویٰ یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی میں عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، ظاہری، باطنی گھریلو، بازار کی، نجی زندگی، اجتماعی زندگی، غمی خوشی اس پوری زندگی میں اس احتیاط سے زندگی گزارنے لگے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ یہ ہے ہدف رمضان کا۔ یہ فکر پیدا ہو جائے، یہ احساس پیدا ہو جائے، یہ بے چینی پیدا ہو جائے۔

حضرت اُبی بن کعبؓ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا: اُبی تقویٰ کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ فرمانے لگے: عمر (رضی اللہ عنہ) کسی ایسے راستے میں گزرے ہو، جو راستہ بھی تنگ ہو اور دائیں بائیں جھاڑیاں ہوں اور وہ کانٹے دار ہوں تو کس طریقے سے گزرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے: کپڑے سمیٹ لیتا ہوں، دامن سنبھال لیتا ہوں، کہیں دامن کسی کانٹے سے الجھنے نہ پائے۔ تو حضرت اُبیؓ فرمانے لگے: عمر زندگی کے اس سفر میں کچھ اس احتیاط سے زندگی گزارو کہ تمہارا دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے، کچھ اس احتیاط سے زندگی گزارو، اپنی معاشرت، اپنے معاملات، اپنے اخلاق، اپنی آنکھ، اپنی زبان، اپنا کاروبار، اپنی خوشیاں، اپنی نجی اجتماعی زندگی اس احتیاط سے گزارو کہ تمہارا دامن کسی گناہ کے کانٹے سے الجھنے نہ پائے۔

ایک ماں پوری احتیاط کرتی ہے، بچے کو جب پاخانہ کراتی ہے، پیشاب کراتی ہے کہ اس کے پیشاب اور اس کے پاخانہ سے اس کے کپڑے گندے نہ ہوں، پوری احتیاط کرتی ہے کہ اس کے کپڑے خراب نہ ہوں، پوری احتیاط کے بعد بھی بسا اوقات گندگی لگ جاتی ہے، لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے جب احتیاط پوری ہے، احساس اور فکر مکمل ہے۔ توجہ بھی ہے لیکن پھر گندگی لگ گئی تو بتائیے کیا اس گندگی کے ساتھ وہ خاتون کھانا کھاتی ہے؟ کیا اس گندگی کے ساتھ وہ آرام کرتی ہے؟ کیا وہ اس گندگی کے ساتھ غمی خوشیوں میں شریک ہوتی ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں، جب تک اس گندگی کو صاف نہ کرلے، اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

تقویٰ اسی کا نام ہے۔ زندگی کے اس سفر میں میرا دامن گناہوں کے کانٹوں سے الجھنے نہ پائے، پھر بھی الجھ سکتا ہے، پھر بھی گناہ کا داغ لگ سکتا ہے، لیکن اُس ماں کی طرح ہو کہ چین نہ آئے، سکون نہ آئے، نہ کھانے میں مزہ نہ پینے میں مزہ، نہ عزیز و اقارب میں مزہ، نہ سونے میں مزہ، چین نہ آئے جب تک اس گناہ کی گندگی کو دامن سے صاف نہ کرلے، چین نہ آئے۔ اللہ کہہ رہا ہے، یہ وہ خوش نصیب آدمی ہے، جس کے پاس تقویٰ کی دولت موجود ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوْا فٰحِشَةً أَوْظَلَمُوْآ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَآسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوبِهِمْ

یہ اللہ نے اہل تقویٰ کی خوبی ذکر فرمائی ہے۔ گناہ ہو جائے گا، کوتاہی خطا کر بیٹھے گا، لیکن فکر لگی ہے، دامن الجھنے نہ پائے، کانٹے سے الجھنے نہ پائے تو اگر گند لگ بھی گیا، چین نہیں آئے گا، نیند نہیں آئے گی، رات نہیں آئے گی اس کی زندگی میں، جب تک توبہ نہ کرلے، سکون نہ آئے، جب تک توبہ نہ کرلے۔ رمضان کا ہدف یہ ہے، اس سیزن کی کمائی یہ ہے کہ یہ بے چینی پیدا ہو جائے، یہ فکر پیدا ہو جائے، یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اس زندگی کے سفر میں میرا دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے، میں عرض کر رہا ہوں، پھر بھی الجھ گیا، چین نہ آئے۔ جب تک کہ اس گناہ کی گندگی کا ازالہ نہ ہو، یہ بھی تقویٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ یہ لوگ متقی ہیں اگر شیطان ان لوگوں کو گندگی میں ڈال بھی دے تو فوراً بیدار ہو جاتے ہیں، فوراً ہوش میں آجاتے ہیں۔ اور شیطان کی اس گندگی سے اپنا دامن صاف کرلیتے ہیں۔ یہ بھی تقویٰ ہے۔

نمازیں، روزے، عبادات سب مبارک، لیکن رمضان کی کمائی، رمضان کا ہدف، رمضان کی اصل کمائی کیا ہے؟ تقویٰ مل جائے، یہ ہدف اللہ نے مقرر کیا ہے اور سچ بات یہ ہے کہ جس خوش نصیب کو یہ ہدف پہلے ہفتے میں مل جائے، اس کا دوسرا ہفتہ پہلے سے بڑھیا اور تیسرا دوسرے سے بڑھیا اور چوتھا ہفتہ تیسرے سے بڑھیا، جس خوش نصیب کو یہ ہدف مل گیا، اس کا دوسرا عشرہ پہلے عشرہ سے بڑھیا اور اس کا دوسرا عشرہ تیسرے عشرہ سے بڑھیا۔

ارے بھائی! جس آدمی کا سیزن لگ جاتا ہے، اس کے تو وارے نیارے ہو جاتے ہیں، سب ہی کچھ بدل جاتا ہے۔

سبحان اللہ! جس خوش نصیب کو یہ مل جاتا ہے، اس کا صرف رمضان نہیں، سارا سال اس کا رمضان جیسا گزرنے لگتا ہے۔ احتیاط، احساس، فکر، پریشانی کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دامن الجھ جائے۔ روزے میں کیا ہوتا ہے، بے چینی ہوتی ہے، پانی کہیں حلق میں چلا تو نہیں گیا، صرف خوشبو سونگھی ہے کہیں روزہ خراب تو نہیں ہو گیا، بے چینی فکر ہے۔ تقوی ہو تو پھر سارا سال اس فکر کے ساتھ گزرتا ہے، کہیں دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے۔ یہ ہے ہدف رمضان کا اور آخری راتوں میں بھی یہ ہدف حاصل کیا جا سکتا ہے، پورے رمضان کا سیزن اب بھی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کسی کو رمضان میں اور آخری عشرے میں اور آخری طاق راتوں میں خوش نصیب آدمی کو شبِ قدر مل جائے، کون سی عبادت کرے، کون سی عبادت سب سے افضل ہے؟ یوں تو تلاوت بھی بڑھیا، سجدے بھی بڑھیا، قیام بھی بڑھیا، نوافل بھی بڑھیا، ساری عبادتیں مبارک، لیکن اللہ کے نبی نے اپنی امت کو حضرت عائشہؓ کے واسطے سے سب سے بڑھیا عبادت بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! یوں کہا کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ! تو بڑا ہی معاف کرنے والا ہے اور معافی کو بڑا پسند کرتا ہے، مجھے بھی معاف فرما دے رمضان کی اس گھڑی میں جس نے اپنے اللہ سے سچی معافی کرالی، یہ تقویٰ کی بنیاد ہے۔ سارے رمضان کی کمائی ہو سکتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ فرمایا کرتے تھے، اس رمضان میں ایک رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے اور فرمایا اس سے وہی شخص محروم ہوتا ہے، اس رات کی برکتوں سے بخششوں سے وہی محروم ہوتا ہے، جو بد قسمتی سے ازلی محروم ہو جو ازلی محروم ہیں، جو حقیقی محروم ہے، وہی اس رات کی برکتوں اور بخششوں سے محروم ہو سکتا ہے، اللہ ہمیں ایسا نہ بنائے، اللہ ہمیں محروموں میں شامل نہ فرمائے۔ اللہ بد نصیبوں میں شامل نہ فرمائے۔ اللہ ہمیں اس رات کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔

آخری گھڑیوں میں یہ کمائی ہو سکتی ہے، اگر اپنے کیے پر سچی ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو اور جن گندگیوں میں، میں مبتلا ہوں، اس سے سچے دل سے دست بردار ہو رہا ہوں اور دل کی سچی کیفیت کے ساتھ اللہ سے معافی مانگ رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کی ساری ماضی کی زندگی کی غلطیوں پر یوں حرفِ غلط کی طرح قلم چلاتے ہیں جیسے ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہوا، جیسے اس کی ماں نے اسے آج جنا۔

رمضان کی آخری گھڑیوں میں بڑی عبادت نصیب ہو جائے، سچی توبہ مل جائے، سچی معافی مل جائے بچوں کو، بڑوں کو، ہماری بہنوں کو، ہمارے نوجوانوں کو، یہ سچی توبہ مل جائے تو رمضان کا ہدف بھی مل گیا۔ رمضان کا سیزن بھی لگ گیا۔ رمضان کی کمائی بھی ہو گئی اور سچ یہ ہے شبِ قدر بھی مل گئی۔ شبِ قدر کی کمائی بھی ہو گئی۔ اللہ رب العزت ہمیں قدر دانی کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہمیں ان مبارک گھڑیوں میں وہ دے دے جو مولا اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے، دینا چاہتا ہے، اللہ سے خوب ان راتوں میں مانگیں۔ چند راتیں رہ گئی ہیں، اپنے گھر کی عورتوں کو بھی اٹھائیں، خود بھی رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کریں اور سب سے بڑی عبادت توبہ اللہ سے سچے دل سے معافی مانگیں۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرما دے۔ آمین۔

رمضان گوشۂ نجات

حافظہ صبا بتول

رمضان لفظ رمض سے مشتق ہے، جس کے معنی جھلسا دینے کے ہیں، بعض مفسّرین کے نزدیک رمضان کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ مہینہ گناہوں کو "رمض" کر دیتا ہے، یعنی گناہوں کو نیک اعمال کے ذریعے جلا ڈالتا ہے۔

اس لیے رمضان مجموعہ ہے رحمتوں، برکتوں، مغفرت، برداشت، صبر، دوزخ کی آگ سے نجات پانے، خود کو اللہ کے لیے خالص کرنے اور تقویٰ حاصل کرنے کا جو کہ روزے کی اصل روح اور رمضان کا مقصدِ حقیقی بھی ہے۔ رمضان جب آتا ہے تو اپنے ساتھ بے شمار رحمتیں اور برکتیں لے کر آتا ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب سے عظیم نعمت قرآنِ مجید کو یک بارگی لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل فرمایا اور وہ مبارک رات "شبِ قدر" کی رات ہے، جس کے بارے میں اللہ رب العزت سورۂ دخان میں فرماتے ہیں:

"اور قسم ہے اس کتاب مبین کی، جسے ہم نے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر ایک برکت والی رات شبِ قدر میں اتارا۔"

اس رات کی دلالت میں سورۂ قدر کی یہ آیت مبارکہ بھی سامنے آتی ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

"بے شک! ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل فرمایا ہے۔"

اور یہ رات رمضان المبارک کی رات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

"رمضان ہی وہ مہینہ ہے، جس میں قرآنِ مجید لوحِ محفوظ سے بیت العزّیٰ پر نازل کیا گیا۔"

شبِ قدر میں جب قرآنِ کریم لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہو چکا تو اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے موقع بہ موقع تھوڑا تھوڑا کر کے نبی کریم ﷺ پر تقریباً تیئیس سال کے عرصے میں مکمل نازل کیا گیا۔

پھر اسی مہینے میں مومنین پر رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم ہوا، چناں چہ سورۂ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ حاصل کر سکو۔"

ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت دراصل انسان کی خاص تربیت ہے، تاکہ وہ تقویٰ حاصل کرے اور تقویٰ وہ اختیار کرتا ہے جو اللہ کریم کی بتائی ہوئی تعلیمات اور بھیجی گئی شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

اس ماہ میں بے حساب رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، ہر نیکی کا اجر ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور روزے دار کو تو ربُّ العالمین آخرت میں خود نوازیں گے اور اجر کی جو مقدار میرے اللہ مقرر کریں گے، پھر اس کی کیا ہی شان ہو گی۔ غرض اس ماہ کی رحمتوں، برکتوں، وسعتوں اور نعمتوں کو گننے بیٹھیں تو ہاتھ شل ہو جائیں، قلم خشک پڑ جائیں اور سیاہیاں ختم ہو جائیں، مگر اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں کا تذکرہ کبھی ختم نہ ہو۔

اس ماہ کی فضیلت میں ایک خوب صورت حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے:

"جب رمضان آتا ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔"

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس حدیثِ مبارکہ کے ایک پہلو میں غور طلب بات یہ بھی ہے کہ قرآنِ کریم میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ انسان کے جسم میں اس کے خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ وہ انسان کا ازلی دشمن ہے، وہ اسے گمراہ کرنے کا کوئی بھی طریقہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، ہر طرف سے وار کرتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں اسے بھی قید کر دیا جاتا ہے۔

تو سوچنے والی بات یہ ہے کہ آخر وہ کیا چیز ہے، جو ہمیں ماہِ رمضان میں بھی اللہ کریم کے نازل کردہ احکامات، اطاعت کرنے سے روکتی ہے؟ باقی پورا سال تو ہمارے پاس بہانہ ہوتا ہے کہ شیطان ہمیں کام نہیں کرنے دیتا۔

جی ہاں! وہ ہے ہمارا نفسِ امارہ جو ہمیں ہمیشہ برائی کی دعوت دیتا ہے۔ رمضان میں شیاطین تو قید کر لیے جاتے ہیں، لیکن ہمارا نفس آزاد رہتا ہے اور پورا سال شیطان نے ہمارے نفس کی اس قدر زبردست تربیت کی ہوتی ہے کہ رمضان میں بھی یہ اثرات ہم پر حاوی ہو رہے ہوتے ہیں، اس لیے منکرات سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے اور ہم روزے کی اصل روح تک نہیں پہنچ پاتے، رمضان کے مقصدِ حقیقی کو نہیں پہچان پاتے۔

یاد رکھیے گا! گناہ کے لیے شیطان انسان کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا۔ ربِّ کریم نے یہ اختیار اسے نہیں دیا، وہ تو بس خنّاس کی صورت میں انسان کے دل میں بار بار وسوسے ڈالتا رہتا ہے، یہاں تک کہ نفسِ امارہ ضمیر پر غالب آ کر اسے برائی اور گناہ پر راضی کر لیتا ہے، اس لیے تو سورۃ الناس میں شیطان سے پناہ ان الفاظ میں مانگی گئی ہے:

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

"یعنی اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، شیطان کے شر سے (جو سینوں میں بار بار وسوسہ ڈالتا ہے)۔"

بات کی جائے نفس کے تزکیہ کرنے کی تو اس کا بہترین وقت ہمیں رمضان المبارک کی صورت میں عطا کیا گیا ہے، جی ہاں! یہ ماہ مبارک تو درحقیقت ہماری تربیت کے لیے آیا ہے۔ اللہ کریم کے احکامات اور محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی سکھلائی گئی تعلیمات ہمارے لیے رب کی (Trainee) کی سی حیثیت رکھتی ہیں، جو ہمیں سکھلاتی ہیں کہ رمضان کے حقیقی مقصد کا حصول کیسے ممکن ہے؟ نفس کا تزکیہ کر کے تقویٰ کیسے حاصل کرنا ہے؟ کیوں کہ حقیقت میں کام یاب انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتا ہے، اس کو قابو میں رکھتے ہوئے برائیوں سے دور رہتا ہے۔

اللہ ربُّ العزّت نے یہی بات سورۂ شمس میں ان الفاظ میں کہی:

"یقیناً کام یاب ہو گیا وہ شخص، جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔"

ہمارے دیس میں وال چاکنگ بھی ایک بہترین اور متاثرکُن فن تسلیم کیا جائے تو بے جا نا ہوگا۔ کسی بھی چیز کی تشہیر کرنی ہو، سڑکوں اور گلی محلوں کی دیواریں اس کا مؤثر اور آسان ذریعہ مانی جاتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر عامل، سنیاس اور جادو ٹونے کے ماہر لوگوں سے روابط ان دیواروں کے استعمال سے بآسانی ہوجاتے ہیں۔

بطور لکھاری راستوں میں اس طرح کی وال چاکنگ دیکھ کر کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ بابے اور عامل وغیرہ کیسی پہنچی ہوئی چیز ہیں، ہم بھی جا کر اپنی قسمت آزمائی کر ہی لیں۔

دیوار کوڑے کے ڈھیر کی ہو، کسی میدان کی ہو یا کسی پارکنگ ایریا کی، ہر جگہ ہی ان کے کارناموں اور صلاحیتوں کے جھنڈے گاڑھے، بلکہ لکھے نظر آتے ہیں۔ ویسے اگر ہر تمنّا انہی سے پوری ہوسکتی ہے، یعنی محبوب قدموں میں بھی آسکتا ہے، روزی کا مسئلہ ہو یا بیوی بچوں کی پریشانی ہو، ہر مسئلے کا حل بابا بنگالی اور عامل چوپالی سے ہی مل جاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے، واقعی لوگ ان کے پاس جاتے ہیں؟

ہاں بھئی! بالکل جاتے ہیں، جب ہی تو ان کی دکانیں آباد ہیں، بلکہ ان کا دال دلیہ بھی خوب چل رہا ہے۔

موبائل نمبر کے ساتھ رابطے کے سارے انتظامات بھی میسر ہوتے ہیں۔ ایسی ضعیف الاعتقادی والے لوگ پوری دنیا ہی میں پائے جاتے ہیں، لیکن ہمارے دیس کی تو بات ہی نرالی ہے، یہاں تو ویسے بھی گنگا ہی الٹی بہتی ہے۔ لوگ ایسی چیزوں کو بڑھاوا دیتے ہیں۔

جبھی تو ایسے لوگ ہماری نفسیات سے کھیلتے ہیں اور اب اس شعبے کو جسے میں "دھوکہ دہی اور فریب کاری" کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتی، ناقص العقل لوگ ان کے پاس جا کر اپنی مشکلوں کا حل تلاش کر رہے ہیں اور وہ لوگ ان سے عملیات کے نام پر پیسا بٹورتے ہیں، ساتھ ہی ان کے ایمان سے بھی کھیل رہے ہیں۔ "الامان الحفیظ" کیسی منطق ہے لوگوں کی!

حالاں کہ مشکل کشا تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ فقط ایک پکار کی ضرورت ہے، بلکہ کبھی کبھی تو وہ پکارے بغیر ہی عطا کر دیتا ہے۔

ایک فریاد عرش ہلا دیتی ہے۔ شرط صرف اخلاص اور صحیح الاعتقادی کی ہے۔

فرض نماز کی پابندی، صلہ رحمی، حقوق العباد کی ادائیگی۔ یہ وہ خوب صورت اعمال ہیں، جو ہماری زندگیوں سے کئی بلاؤں اور برائیوں کو ٹال دیتے ہیں، بلکہ عمر میں برکت، رزق میں فراوانی ہر ہر شے کا وعدہ سچے نبی نے اپنے فرمودات میں کر دیا ہے۔ کوئی کوشش تو کرے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت و فراخی اور اس کی اجل میں تاخیر کی جائے، (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو اس کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرے۔" نبی ﷺ کو بھی اگر کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز پڑھتے تھے، نماز مشکلات میں گھرے افراد کے لیے جائے پناہ ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں ہر حالت میں نماز کے ذریعے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ایمان والو! صبر اور نماز کیساتھ مدد طلب کرو، بیشک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔ (البقرۃ:153)

ویسے بھی حالات تو ہر انسان پر آتے ہیں اور اللہ کے نیک بندوں پر تو آزمائش آتی ہی ہے، ان کے گناہوں کی نحوست کو دور کرنے کے لیے ہے تو اس کو بھی رب کا انعام سمجھ کر اگر انسان اللہ کی رضا کی خاطر قبول کرلے اور اس میں صبر کا مظاہرہ کرے تو وہ بھی اجرات سے خالی نہیں ہے، لیکن بحیثیت مسلمان آج ہم بہت زیادہ ضعیف الاعتقادی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان ساری چیزوں کا بائیکاٹ کرتے ہوئے قلع قمع کرنا ہے، جب ہم ان چیزوں کی طرف راغب نہیں ہوں گے، بڑھاوا نہیں دیں گے تو یہ لوگ خود ہی پیچھے ہٹ جائیں گے، بلکہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ لیکن کیا کیجیے اس ضعیف الاعتقادی کا! کہ لوگ بڑھ چڑھ کر ایسے لوگوں کو نذرانے اور چڑھاوے پیش کر کے اپنا وقت اور مال نہ صرف ضایع کرتے ہیں، بلکہ سب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی قربانی دے دیتے ہیں اور ان کو پتا بھی نہیں چلتا۔

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

حفصہ محمد فیصل

ربِّ ذوالجلال اس ماہِ مبارک کے آنے والے ہر دن کو ہماری گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بنا دیں۔ یہ ماہِ مبارک تو ہمیں پورے سال کی ٹریننگ دینے آیا ہے، ہمارے اندر کی غلاظتوں کو اپنی رحمت اور نور سے دھونے آیا ہے۔ ہاں! وہ غلاظتیں جو ہم نے اپنے باطن میں پال رکھی ہیں۔ حسد، بغض، انا پرستی، کینہ، لالچ، گالم گلوچ، بہتان بازی، قطع رحمی اور ان جیسی ہزاروں باطنی برائیاں ہم اپنی شخصیت کا حصہ بنائے ہوئے ہیں۔

اس ماہِ مبارک میں اگر آپ اپنے اندر کی دنیا پر زیادہ توجہ دیں، رمضان المبارک کو محض رسمیں عبادت نا سمجھیں، بلکہ اس کو اللہ کی ایک خاص عطا سمجھیں تو نمایاں فرق آپ خود محسوس کریں گے۔

یہ گھڑیاں اللہ جلّ شانہ کی ایسی عطا ہیں، جس میں اللہ ربُّ العزّت اپنے احکامات کے ذریعے آپ کی خود تربیت فرما رہے ہیں، تاکہ آپ اپنی شخصیت کو اخلاقِ حسنہ سے نکھاریں۔ سب چیزیں اور طریقہ کار آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اس تربیتی ماہ کی تعلیمات کو اپنے اندر جذب کریں، جو جس قدر جذب کرے گا اسی قدر اپنی شخصیت کو نکھارے گا۔ یہ اللہ تعالی کی بتلائی گئی تعلیمات کا ایک خاص اعجاز ہے کہ جب انسان اپنے باطن پر محنت کرتا ہے تو اس کے اثرات واضح طور پر اپنے ظاہر پر بھی دیکھتا ہے۔

حیا ایمان سے ہے

سیدہ فاطمہ طارق

اے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں ! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں، قوموں کی عزت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں، ایمان سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انسان عبارت تم سے ہے

اسلام عدل وانصاف، خیر ورحمت اور حقوق کا ضامن مذہب ہے، اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے، وہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دیا، اگر اس ضابطہ ونظام سے اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو اس فائدہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس میں شر ہی شر ہو گا، فتنہ وفساد ہو گا۔ حیا ایک قدرتی اور فطری چیز ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے :

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت "جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو"

عورت کی تربیت میں اگر کہیں کوئی کمزوری رہ جائے کہ زبان دراز ہے، غصے کی تیز یا سست ہے وغیرہ۔ اس قسم کی کمزوریاں آسانی سے برداشت کرلی جاتی ہیں لیکن اس کے کردار کی کمزوریاں کوئی برداشت نہیں کرتا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جوان ہونے کے بعد بیٹی کی اگر شادی نہ ہوئی تو وہ جو گناہ کا کام بھی کرے گی، وہ ماں باپ کے نامہ اعمال میں بھی جائے گا اور اس دوران گناہ سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو یا تو غبیہ ہوں یا پھر اللہ کی ولیہ ہوں۔ (غبیہ کہتے ہیں، جس کا دماغ کام نہ کرتا ہو اور ولیہ کہتے ہیں جس کے سینے کو اللہ نے ولایت کے نور سے روشن کر دیا ہو)

حدیث شریف میں آتا ہے :

الحیاء شعبة من الایمان "حیا ایمان کا شعبہ ہے"

حیا ایک نعمت ہے، جو اللہ نے عورت کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہ عورت کی فطرت ہے کہ وہ حیادار ہوتی ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پردے میں اتنی احتیاط کرتی تھیں کہ جب صحن کے اندر بیٹھی ہوتیں تو کھلے صحن کی طرف چہرہ نہیں کرتی تھیں کہ ممکن ہے غلطی سے بھی کسی کی نظر پڑنے کا امکان ہو۔

جس نے اپنی جوانی کو عفیف یعنی پاکیزہ بنالیا، اللہ کے یہاں اس کی بڑی قیمت ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے :

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیز گار

"جوانی میں توبہ کرنا یہ پیغمبروں کا شیوہ ہے اور بڑھاپے میں تو بھیڑیا بھی بڑا پرہیزگار بن جاتا ہے"

انسان کو ہر چیز سے خوشی ہوتی ہے لیکن جتنی خوشی اپنے آپ سے جیت کر ہوتی ہے اتنی خوشی پھر کبھی نہیں ہوتی۔ اس لیے نوجوانوں کو چاہیے کہ اپنے آپ سے جیت کر زندگی خوشیوں والی بنائیں اور اپنے رب کے سامنے سرخرو ہوجائیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ

"اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی کی باتیں اور برے کام ہی بتائے گا"

بے پردگی کا گناہ دوسرے گناہوں سے مختلف ہے۔ یہ گناہ کھلی بغاوت کے ذیل میں آتا ہے۔ جو مجرم چھپ چھپا کر جرم کا ارتکاب کرے اس سے کسی حد تک رعایت ممکن ہے۔ مگر جو مجرم کھلم کھلا مقابلے پر اتر آئے اور بغاوت کا علم بردار ہو، وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہوتا اور اس پر معافی کا دروازہ بند ہے جب تک علانیہ توبہ کر کے اس جرم سے باز نہ آجائے۔ اس گناہ کی سنگینی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں بغاوت کا جرم ہے، دوسری وجہ یہ کہ بے پردگی کے اس گناہ کو آج کے مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے۔ بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں بلکہ ان تمام لوگوں تک پھیلا ہوا ہے، جو اس عورت کو بری نیت سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے دیوث رشتے داروں پر جو اسے بے حیائی سے نہیں روکتے گویا وہ اکیلی جہنم میں جانے کی بجائے پوری ایک جماعت کو ساتھ لے جارہی ہے، اس پہلو سے یہ گناہ اپنی شناعت اور برائی میں دوسرے گناہوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اور شیطان نے بھی مسلمانوں کو اس معاملے میں عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں۔

اخلاقی زوال کے یوں تو بے شمار اسباب ہیں لیکن ان میں نمایاں سبب بے پردگی ہے کیوں کہ اس سے انسان عیاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جنسی حربے اور عیش پرستی کے نئے نئے انداز اختیار کرتا ہے اور فطری اور غیر فطری طریقے سے انہیں حاصل کرتا ہے۔ لیکن جس معاشرے میں حیا کا خاتمہ ہو چکا ہو اور بے حیائی کا دور دورہ ہو اس میں اس بات کو کہاں عیب سمجھا جائے گا۔

پردے سے عورتوں کی حق تلفی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ یہ عورت کی حق تلفی سے بچاؤ کے لیے بہترین ڈھال کا کام دیتا ہے۔ جب کہ بے پردگی سے حیا جو بیش قیمت جوہر ہے ختم ہو جاتا ہے، بے پردگی سے آباد گھرانے اجڑ جاتے ہیں، بے پردگی سے خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے اور انسانی شرافت کی جگہ معاشرے میں حیوانیت کے مناظر سامنے آتے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے فیشن میں الجھ کر تو نے
اپنے اسلاف کی عظمت کے کفن بیچ دیے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیے

شرم وحیا عورت کی زینت ہے اور پردہ اس کی عزت وعصمت کا نگہبان، سب سے اول تو خود ہماری خواتین کو اپنا مقام پہچاننا چاہیے کہ ان عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جو بناؤ سنگھار کر کے بے محابہ بازاروں میں نکلتی ہیں۔ کیا کوئی عورت جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہو وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت لینے کے لیے تیار ہو سکتی ہے؟؟؟ اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ مغرب کے پرفریب نعروں میں نہ آئیں بلکہ اسلام کے پاکیزہ احکام پر عمل کریں تاکہ روز محشر اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

Free of Cost

PSDC Professional Software Development Certification

JS

TS

React

node JS

Follow us
BaitussalamWelfareTrust

UAN
+92 21 111 298 111

Visit
Baitussalam.org

شکر گزاری

عمارہ فہیم

شکر کا مطلب ہے "کسی کے احسانات وعنایات پر اس کی تعریف کرنا، اس کا شکریہ ادا کرنا، اس کا احسان ماننا اور زبان سے اس کا کھل کر اظہار کرنا۔"

ان عنایات واحسانات کے اعتراف کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اللہ کی ذات سب سے زیادہ شکر کی حق دار ہے، لیکن یہاں کچھ سوال ذہن میں آتے ہیں:

1: شکر کیا ہے؟2: رب تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کریں اور کتنا ادا کریں؟3: کیا اس میں کمی زیادتی کی گنجائش رہتی ہے؟

سب سے پہلے شکر کیا ہے کو سمجھتے ہیں۔

شکر! عذابِ الٰہی سے حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

اس میں اللہ ربُّ العزّت نے شکر ادا کرنے کی قید نہیں لگائی کہ اتنے درجے کا شکر کرو، اتنا زیادہ کرو، دن رات ایک کر دو، نہیں! بلکہ جتنا کر سکتے ہو کرتے رہو، کمی کوتاہی کو ہم معاف کر دیں گے، مگر شکر کرتے رہو۔

سوچنے کی بات ہے نا! اللہ چاہتے ہیں کہ ہم شکر گزار بن جائیں، اس کی نعمتوں کے قدردان بن جائیں اور ہم کیا کرتے ہیں؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی نعمت عطا فرما دیتا ہے، چناں چہ جب وہ بندہ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سزا میں تبدیل کر دیتے ہیں" تو جس کے پاس جو نعمتیں ہیں شکر ادا کریں۔

اس طرح شکر نعمتوں میں اضافے کا ذریعہ بھی ہوا اور عذابِ الٰہی سے نجات کا ذریعہ بھی۔۔۔

یہی نہیں، بلکہ شکر گزاروں کے لیے اجر بھی بہت زیادہ ہے۔

اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں:

وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ

شکر گزاروں کے لیے اللہ ربُّ العزت انعامات کے وعدے فرما رہے ہیں۔

جہاں اللہ ربُّ العزّت شکر گزاروں سے انعامات کے وعدے فرما رہے ہیں، وہیں اہلِ جنّت کی صفات میں سے ایک صفت بھی قرآنِ کریم میں بیان فرمائی کہ اہلِ جنّت کی صفات میں ایک عمدہ صفت شکر گزاری ہو گی۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

اہلِ جنّت، جنّت میں چلے جائیں گے اور شکر ادا کریں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیاوی نعمتوں پر شکر ادا کریں گے؟

جنّتی جب جنّت میں جا کر اللہ کا شکر ادا کریں گے تو چیز جس کا وہ شکر ادا کریں گے، وہ ہدایت ہو گی۔

فرمایا: هَدٰىنَا لِهٰذَا آپ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی۔

اگر آپ ہدایت عطا نہ فرماتے تو کوئی ہدایت دینے والا نہ تھا۔

یہاں ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ

اچھی گاڑی، بنگلے کی بنیاد پر جنّت نہیں ملے گی، جنّت تو بس ہدایت کی بنیاد پر ملے گی۔

اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور انسانوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا کیا، مسلمان بنایا، اگر غور کیا جائے کہ جس دن ہم پیدا ہوئے، اس دن کوئی سکھ، ہندو، کافر بھی تو پیدا ہوئے ہوں گے یا صرف مسلمان ہی پیدا ہوئے تھے؟

اور غور کریں ہم جس دن پیدا ہوئے، اس دن کوئی چرند پرند، کوئی جانور بھی تو پیدا ہوئے ہوں گے یا صرف انسان ہی پیدا ہوئے؟

نہیں نا! ظاہر ہے، کئی مذاہب اور فرقے موجود ہیں، اسی طرح اللہ کی اتنی بڑی کائنات میں چرند پرند، جنگلی جانور وغیرہ بھی موجود ہیں، ہر روز انسانوں میں، حیوانات میں نسلیں پروان چڑھتی ہیں، اللہ چاہتے تو ہمیں ان میں سے کسی میں بھی پیدا فرما دیتے، لیکن اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت پر پیدا فرمایا، انسان بنایا، نبی کریم ﷺ کا امتی بنایا، مسلمان پیدا کیا، یہی نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر ہم صرف اسی پر شکر ادا کرنے لگ جائیں، سجدے میں پڑ جائیں تو ساری زندگی بھی شکر میں گزار دیں تب بھی شکر ادا نہیں کر سکتے! باقی دنیاوی نعمتیں اور جنّت کی نعمتیں وہ الگ ہیں۔

شکر گزاری صرف دنیاوی واُخروی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ بہت سے نقصانات سے بچانے والی اور بہت سے فوائد کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

ایک ماہر نفسیات کا کہنا ہے:

شکر گزاری ایک ایسی عادت ہے جو انسانی اعصاب کو پُر سکون کر دیتی ہے۔

یہ دل ودماغ کو مطمئن کرتی ہے۔

حسد وجلن سے بچا لیتی ہے۔

جب شکر گزاری انسان کے اعصاب کو پُر سکون کرتی ہے تو اعصاب پُر سکون ہو کر دل ودماغ مطمئن کرتے ہیں، اس سے حسد وجلن والی کیفیات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ ماہرینِ نفسیات لکھتے ہیں: جب آپ اپنی زندگی میں موجود چیزوں کے لیے شکر گزاری کرتے ہیں تو آپ کے اندر سے غصہ وچڑچڑاپن ختم ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے جب موجودہ نعمتوں پر شکر گزاری ہو گی تو جو چیز موجود نہیں اور جو دوسروں کے پاس دیکھ رہے ہیں، اس پر حسد، غصہ جلن پیدا ہی نہیں ہوں گی۔

یوں تو ہمیشہ شکر کرنا چاہیے، لیکن رمضان المبارک میں شکر کے بہت مواقع ملتے ہیں۔ ان خاص دنوں میں شکر گزاری میں بھی اضافہ ہو جائے تو نعمتوں کا مزہ دوبالا ہو جائے۔

رمضان المبارک صبر اور شکر دونوں سکھاتا ہے، ایک طرف جائز اور حلال چیزوں سے رُکنا صبر کی تعلیم دیتا ہے اور دوسری طرف سحری اور افطاری میں ملنے والی نعمتوں، شبِ قدر جیسی عظیم نعمت، قرآنِ کریم کی تلاوت اور اللہ کی یاد میں رہنے کے لیے لمحات ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

وجوبِ زکوۃ سے متعلق ایک اہم مسئلہ

سوال: ایک آدمی کے پاس ایک تولہ سونا ہے، جس کی موجودہ قیمت مثلاً ایک لاکھ روپے ہے، یہ آدمی روزانہ مزدوری کر کے کماتا ہے اور اسی سے اس کا گزران ہے۔ اس آدمی کے پاس گھر کے ضروری اخراجات کے علاوہ اور نقد روپیہ نہیں ہے جو پیسے مزدوری کر کے کماتا ہے، انھیں ضروریات میں خرچ کرتا رہتا ہے، البتہ احتیاط کے طور پر اپنے پاس کچھ رقم جیب میں ضرور رکھتا ہے، جس کی مقدار 50 اور 100 سے لے کر ہزار دو ہزار تک رہتی ہے۔ سال بھر اس کی یہی حالت ہے۔ اب اس آدمی پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور جو رقم اس کے پاس ہے، وہ نصاب میں شمار ہوگی کہ نہیں؟ اس کا نصاب سونے والا (ساڑھے سات تولہ سونا) ہوگا یا ان پیسوں کی وجہ سے چاندی والا (ساڑھے باون تولہ چاندی)؟ زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں بعض اوقات اس کو سونا بھی بیچنا پڑتا ہے۔ مثلاً: سال کے اختتام پر صرف 100 روپیہ اس کے جیب میں پڑے ہوئے ہیں اور زکوۃ اس پر ڈھائی ہزار واجب ہے تو کیا اس پر سونا بیچ کر زکوۃ دینا واجب ہے؟

اسی طرح ایک عورت ہے، جس کے پاس دو تولے سونا ہے، تاہم اس کو جیب خرچ کے واسطے بھی 1000 یا 2000 ملتے ہیں۔ وہ ان پیسوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کرتی رہتی ہے، پیسے کبھی کم ہوتے ہیں، کبھی زیادہ، سال بھر اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اب اس عورت پر زکوۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟ اگر یہ عورت زکوۃ دے اور اس کے پاس سونے کے علاوہ نقدی کچھ نہ بچے تو وہ مستحقِ زکوۃ ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ سے کم سونا ہو اور اس کے پاس کچھ نقدی بھی آجائے اور دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور زکوۃ کے قمری سال کے پہلے دن اور آخری دن وہ دونوں چیزیں اس شخص کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

1 2 صورتِ مسؤلہ میں مذکورہ رقم بھی نصاب میں شمار ہوگی اور دونوں کو ملا کر چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگر ایک تولہ سونا اور مذکورہ نقدی، دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور سال کے اول و آخر مذکورہ چیزیں اس کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس شخص پر زکوۃ واجب ہے۔

3 مذکورہ صورت میں اگر اس شخص کے پاس زکوۃ کی ادائیگی کے لیے نقد رقم میسّر نہ ہو، تب بھی اس پر زکوۃ دینا لازم ہے، چاہے سونا بیچنا پڑے یا کسی سے قرض لینا پڑے۔

4 صورتِ مسؤلہ میں اگر زکوۃ کی ادائیگی کے بعد مذکورہ عورت کے پاس نقدی کچھ بھی نہ بچے، صرف مذکورہ ایک تولہ سونا بچ جائے اور اس کے پاس چاندی یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد سامان اتنا نہ ہو کہ اگر مذکورہ چیزوں (چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کو ایک تولہ سونا کے ساتھ ملا دیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو یہ عورت مستحقِ زکوۃ ہے، اس کو زکوۃ دینا جائز ہے اور اس پر زکوۃ بھی واجب نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جو رقم سال کے دوران خرچ ہو جائے یا خرچ تو نہ ہو، البتہ اس رقم کے بقدر اس پر قرضہ کی ادائیگی واجب ہو تو اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں، لیکن اس کے علاوہ جو رقم باقی بچے اور نصاب کے برابر ہو تو اختتامِ سال پر مذکورہ رقم پہ زکوۃ واجب ہے، اگرچہ اس کی نیت وہ رقم اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کی ہو یا قرضہ کے علاوہ کوئی اور ضرورت پوری کرنے کی ہو۔

قرض کے بعض اہم مسائل و احکام

سوال (1): اگر ایک انسان پر قرض ہے تو کیا وہ اپنا قرض مالِ حرام سے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: صورتِ مسئلہ میں چوں کہ یہ انسان خود اس مالِ حرام کا مالک نہیں ہے، بلکہ اس کے ذمّہ ضروری ہے کہ وہ اس کے اصل مالک کو تلاش کر کے اس کو واپس کر دے، لہٰذا جب یہ خود اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس سے کیوں کر قرض ادا کر سکے گا؟ تاہم اگر مقروض نے مالِ حرام سے قرض ادا کر دیا تو وہ قرض کی ادائیگی سے تو بری ہو جائے گا، مگر کسی اور کا مال استعمال کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اس کے ذمّہ یہ لازم رہے گا کہ اس مال کے ضمان اور بدل کے طور پر دوسرا مال مالکِ اصلی کو واپس کر دے اور مالک کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں اس کی طرف سے صدقہ کر دے۔

سوال (2): اگر قرض خواہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اپنا قرضہ حرام مال کے ذریعے ادا کر رہا ہے تو کیا قرض خواہ کو اس سے اپنا قرضہ وصول کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ ایسی صورت میں قرضہ وصول کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مال کے بارے میں معلومات حاصل کرے: اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ مال کسی سے زبردستی حاصل کیا گیا ہے، مثلاً: چوری، ڈکیتی، غصب اور رہزنی سے حاصل کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں قرض خواہ کو اس مالِ حرام سے قرض وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اور اگر قرض خواہ کو معلوم ہو جائے کہ مقروض کے پاس جو مال ہے وہ اگرچہ مالک کی رضا اور خوشی سے حاصل کیا گیا ہے، لیکن کسی ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہے جیسا کہ سود، جُوا، ناچ گانا وغیرہ اور اس مال کا مالکِ اصلی بھی متعین طور پر معلوم نہیں ہے تو ایسے مالِ حرام سے قرض وصول کرنا اور نفع اٹھانا اگرچہ قضاءً جائز ہے، تاہم دیانت اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

سوال (3): اگر مقروض قرض ادا کرتے ہوئے اپنی طرف سے مقدار میں اضافہ کر دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ اگر قرض خواہ کی طرف سے اضافے کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی ہو، بلکہ مقروض قرضہ واپس کرتے ہوئے اپنی دلی رضامندی سے مقدار میں اضافہ کر کے دے رہا ہے یا جیسا مال اس نے لیا تھا، اس سے بہتر مال واپس کر رہا ہے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سے ایک اونٹ لیا اور اس سے بہتر اونٹ واپس فرمایا اور فرمایا کہ ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر برتاؤ رکھے۔“ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ اضافہ قرض دہندہ کی طرف سے بطورِ شرط نہ ہو اور اگر یہ اضافہ بطورِ شرط ہو تو یہ سود

علم الفقہ

سید رشید عطا

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر اور میری زبان سے گرہ کھول دے کہ میری بات سمجھ لیں۔

علمِ فقہ کی تعریف:

فقہ کے لغوی معنی ہیں ”سمجھنا، جاننا“ اور فقھیہ سے مراد ہے، ”جاننے والا اور سمجھنے والا“ یعنی علمِ فقہ کا ماہر فقھیہ کہلاتا ہے۔

اَلْفَقِیْهُ الْعَالِمُ الَّذِیْ یَشُقُّ الْاَحْکَامَ وَیَفْتِشُ عَنْ حَقَائِقِهَا وَ یَفْتَحُ مَا اسْتَغْلَقَ مِنْهَا ”فقیہ وہ عالم ہے، جو احکام کو کھولے، ان حقائق کو تلاش کرے اور مُغلَق (پیچیدہ) مسائل کو واضح کرے۔“

فقہ کے ادوار:

فقہ کے دو ادوار ہیں۔

1. متقدمین کا دور (سن 365ھ تک کا ہے
2. متاخرین کا دور (سن 365ھ کے بعد کا دور)

1۔ متقدمین:

متقدّمین کے نزدیک فقہ کی تعریف مندرجہ ذیل تھی:

مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَا عَلَيْهَا انسان کا جاننا ان چیزوں کا جو اس کے حق میں فائدہ مند یا نقصان دہ ہوں۔ (حلال و حرام، جائز و ناجائز، ثواب و گناہ یعنی اوامر و نواہی)

پہلے مدوِّن حضرت امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یعنی نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ متقدّمین کے نزدیک فقہ کے پانچ عنوانات یعنی شعبہ جات تھے۔

1. عقائد
2. عبادات
3. معاملات
4. عقوبات (اسلامی سزائیں)
5. اخلاق

قرآن و حدیث میں جتنے احکام ہیں، ان کو علمائے کرام اور فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جمع کیا، ان کو ترتیب دیا اور پھر ان کی تشریح کی گئی، اس طرح علمِ فقہ وجود میں آیا۔

2۔ متأخّرین:

متأخّرین کا دور سن 365ھ کے بعد کا دور ہے۔ متأخّرین کے نزدیک فقہ کی تعریف اَلْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْفَرْعِيَّةِ عَنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ (اس میں سے اصلیہ نکل گئے، یعنی عقائد)

متأخّرین کے نزدیک فقہ کے تین عنوانات تھے۔

1. عبادات
2. معاملات
3. عقوبات

متأخّرین نے عقائد اور اخلاق کو علمِ فقہ سے الگ کر دیا اور عقائد کو علم الکلام کا نام دیا گیا اور اس علم کے جاننے والوں کو ”متکلّمین“ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اخلاق کے شعبے کو بھی الگ کر دیا گیا اور اخلاق کو ”تصوف، تزکیہ، سلوک، احسان، صدوق“ کا نام دیا گیا۔

اسلامی علوم:

اسلامی علوم تین ہیں۔

1. قرآن
2. حدیث
3. فقہ

اسلامی علوم کی اقسام:

1۔ علومِ عالیہ: اصل علوم یعنی قرآن، حدیث اور فقہ۔

2۔ علومِ آلیہ: مقصد کو حاصل کرنے کے ذرائع یعنی عربی گرامر، صرف و نحو، عربی زبان، ریاضی، جغرافیہ، سیرت، اسلامی تاریخ وغیرہ

قرآنِ کریم و احادیثِ مبارکہ کے احکام کی تشریح و ترتیب کا نام علمِ فقہ ہے۔ قرآنِ پاک میں تقریباً 500 احکام ہیں۔

احکام کی اقسام:

احکام کی دو قسمیں ہیں:

1. احکامِ اصلیہ: (ایمان و عقائد)
2. احکامِ فرعیہ: (عمل، مسائل)

علم الفقہ کا پہلا عنوان ”الطھارہ“ یعنی پاکی، ناپاکی کے مسائل کا بیان اور علمِ فقہ کا آخری عنوان ہے ”کتاب الفرائض“ (یعنی وراثت کا بیان)

کے زمرے میں شمار ہو کر حرام ہو گا۔

سوال (4): قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں جو مدّت متعین کی جائے تو کیا قرض دہندہ اس مدّت کا پابند ہو گا؟

جواب: واضح رہے کہ قرض کی ادائیگی میں جو مدّت متعین کی جائے قرض ادا کرنے والا اسی مدّت کا پابند نہیں ہوتا، کیوں کہ قرض ایک طرح کا تبرّع اور احسان ہے اور اگر مدّت کا لزوم ہو جائے تو پھر وہ تبرّع باقی نہیں رہے گا۔

سوال (5): مقروض کی طرف سے تحفہ اور ہدیہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقروض کی طرف سے تحائف قبول کرنے میں احتیاط برتنے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ قرض خواہ کو مقروض سے تحفے قبول نہیں کرنا چاہیے، سوائے اس کے کہ پہلے سے ان کے درمیان تحائف کے تبادلے کی ترتیب رہی ہو۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جہاد کی غرض سے عراق کی طرف جا رہے تھے تو زر بن حُبیش رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ایسی جگہ جا رہے ہیں، جہاں سود کا رواج عام ہے، اس لیے اگر کسی کو قرض دیں اور وہ آپ کو قرض کے علاوہ کچھ بھی تحفہ دیں تو اس کا تحفہ قبول نہ کریں۔ اسی بنیاد پر فقہا نے بھی سود خوری اور اس کے تمام چور دروازوں کو بند کرنے کے لیے مقروض کے ہدایا اور دعوتوں کے قبول کرنے میں احتیاط کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے درمیان پہلے سے دعوت اور تحفے تحائف کا معمول نہ ہو تو قرضہ دینے کے بعد ان کی دعوت اور تحفوں کا قبول کرنا جائز نہیں، ہاں قرضہ دینے سے پہلے سے اگر اس طرح کا معمول چلا آ رہا ہو، تب جائز ہے۔

سوال (6): اگر مقروض استطاعت کے باوجود قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے اور قرض خواہ خفیہ طریقے سے کسی مناسب تدبیر کے ساتھ اس سے اپنا قرضہ وصول کرنا چاہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورتِ مسئلہ میں کسی مناسب تدبیر کے ساتھ اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے، تاہم اس میں اس بات کا اہتمام ضرور ہو کہ اپنے حق سے زیادہ ہر گز نہ لے اور حق حاصل کرنے کے بعد اُس کی اطلاع کی بھی ضرورت نہیں، خاص طور پر اگر ناراضگی یا کشیدگی کا خطرہ ہو۔

کر بھلا ہو بھلا

حکیم شمیم احمد

آج کی نشست میں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں، جس کا حاصل اور سبق یہ ہے کہ کر بھلا ہو بھلا تو سنیے!! ایک امریکن عورت تھی جو میونسپل کمیٹی کی چیئرمین تھی۔ اس خاتون کی بڑی تنخواہ تھی اور وہ ایک بڑی کوٹھی میں رہتی تھی، اللہ کی شان دیکھیں کہ اس کی ریٹائرمنٹ ہوئی تو اس کو پانچ لاکھ ڈالر بینیفٹ ملا، یعنی پانچ لاکھ ڈالر اس کے اکاونٹ میں آگئے۔ ایک دن یہ دونوں میاں بیوی جا رہے تھے، کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تو خاوند فوت ہو گیا، اب اس کے بعد وہ عورت اکیلی زندگی گزار رہی تھی، ایک دن اس کو کسی دوسرے شہر میں کام پڑا، اس نے اپنی گاڑی نکالی، یہ ایک بڑی 4x4 گاڑی تھی، چناں چہ ڈرائیو کر کے وہ دوسرے شہر گئی، جب واپس آئی تو راستے میں ایک جگہ اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا اور اس کو گاڑی روکنا پڑی۔

بڑی گاڑیوں کے ٹائر بہت وزنی ہوتے ہیں، عورت ذات عموماً کمزور ہوتی ہے، اکیلے ٹائر تبدیل کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، اب وہ عورت بڑی پریشان تھی اور یہ جگہ بھی ایسی تھی، جہاں مدد کے لیے وہ پولیس کو نہیں بلا سکتی تھی۔ اب وہ سڑک کے کنارے کھڑی ہے اور ہاتھ دے رہی ہے کہ کوئی رکے اور میری مدد کرے۔ دن دس گیارہ بجے کا وقت تھا، لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے کوئی رکنے کو تیار نہیں تھا گاڑیاں آتیں اور قریب سے گزر جاتیں، ایک گھنٹا دھوپ میں کھڑے رہنے سے اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی، پسینے پسینے تھی اور بہت پریشان کہ پتا نہیں میں اس مصیبت سے کیسے نجات پاؤں گی۔ کون میری مدد کرے گا؟ اچانک ایک نوجوان لڑکے نے گاڑی روکی اور پوچھا «آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟» اس نے کہا: » بھئی! میں نے اپنی گاڑی کا ٹائر تبدیل کرنا ہے اور مجھے مدد کی ضرورت ہے۔« اس نوجوان نے گاڑی سائڈ پہ لگائی۔ اور اتر کر نیچے آگیا، اب جب اس نے غور کیا تو پتا چلا کہ پسینے سے اِس خاتون کے کپڑے اتنے بھیگے ہوئے ہیں جیسے کوئی ابھی ابھی نہایا ہو، نوجوان نے سوچا کہ یہ عورت خاصی تکلیف میں ہے اُس نے اِس خاتون سے کہا: » دیکھیے! میں نوجوان ہوں اور اکیلا یہ ٹائر تبدیل کر سکتا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں، آپ اتنی دیر دھوپ میں نہ کھڑی ہوں، آپ میری گاڑی میں بیٹھ جائیں، ائر کنڈیشن چل رہا ہے۔ میں گاڑی کا ٹائر تبدیل کر دیتا ہوں۔»

اب یہ خاتون جب اس نوجوان کی گاڑی میں آ کر اگلی سیٹ پر بیٹھی اور اس کو ائیر کنڈیشن کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگی تو اس کے ہوش ٹھکانے آئے۔ اب یہ شیشے میں سے پیچھے دیکھ رہی ہے کہ وہ نوجوان گاڑی کا ٹائر تبدیل کر رہا ہے اس کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ کتنا اچھا لڑکا ہے کہ جس نے میری گاڑی کا ٹائر تبدیل کرنے کے لیے گاڑی روکی اگر میں اس کو پانچ سو ڈالر ہدیہ دے دوں تو میرے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہے، اس لیے کہ میرے اکاؤنٹ میں تو پانچ لاکھ ڈالر پڑے ہوئے ہیں تو اس نے پانچ سو ڈالر اپنے پرس میں سے نکال کے علیحدہ کر لیے کہ جب یہ گاڑی کا ٹائر تبدیل کر دے گا تو جاتے ہوئے میں اس کو پانچ سو ڈالر ہدیہ کر دوں گی۔ تھوڑی دیر بعد لڑکا آگیا اور کہنے لگا: »جی! میں نے گاڑی کا ٹائر تبدیل کر دیا ہے، اب آپ جا سکتی ہیں۔»

یہ عورت گاڑی سے باہر نکلی اور اس نے اس نوجوان کو پانچ سو ڈالر دینے کی کوشش کی، اس نوجوان نے پوچھا کہ «آپ کیا دے رہی ہیں؟« عورت نے جواب دیا: «آپ نے میرے ساتھ بھلا کیا ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ کو کچھ ہدیہ دوں، اس لڑکے نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا:

«دوسروں کی مدد کرنا میری زندگی کا مقصد ہے اور جب میں کسی کی مدد کرتا ہوں تو مجھے دلی سکون ملتا ہے، میرے لیے یہی اجرت کافی ہے۔» یہ خاتون بہت متاثر ہوئی اور سوچنے لگی: »اچھا!! دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں«۔ اب یہ دوبارہ اپنے گھر کی طرف چل پڑی لیکن یہ فقرہ مسلسل اس کے ذہن میں گھوم رہا تھا: »دوسروں کی مدد کرنا میری زندگی کا مقصد ہے اور جب میں کسی کی مدد کرتا ہوں تو مجھے دلی سکون ملتا ہے، میرے لیے یہی اجرت کافی ہے۔»

اب گاڑی چلاتے ہوئے وہ خاتون یہ جملہ اپنے ذہن میں بار بار دہرا رہی ہے، اس دوران میں اس کو محسوس ہوا کہ اسے بھوک لگی ہے۔ اس نے سوچا: »اگلے اسٹاپ پہ میکڈونلڈ آئے گا، میں پہلے وہاں کھانا کھاؤں گی اور پھر گھر جاؤں گی۔» چناں چہ میکڈونلڈ پہ جا کے اس نے گاڑی روکی۔ اور اندر جا کر اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ اب اس کے سامنے جو ویٹرس کھانا لائی، وہ امید سے تھی۔ ہمارے ہاں تو عورتیں کھلے کھلے لباس پہنتی ہیں۔ جسم کی ساخت کا اتنا زیادہ اندازہ نہیں ہوتا لیکن وہاں کی عورتیں تو ایک دم چست لباس پہنتی ہیں۔ پینٹ اور شرٹ میں تو بہت واضح پتا چلتا ہے کہ عورت امید سے ہے اور حمل کا کتنا وقت تقریباً ہو چکا ہے۔ تو اس عورت نے اندازہ لگایا کہ ویٹرس کا کوئی آٹھواں مہینہ لگا ہوا ہوگا، اس حالت میں وہ ٹرے اٹھا کے لا رہی ہے اور چل رہی ہے آ رہی ہے جا رہی ہے، اس نے دل میں سوچا اس نوجوان لڑکی کو تو اِس وقت آرام کرنا چاہیے۔ لگتا ہے یہ غریب لڑکی ہے اور اس کو پیسوں کی سخت ضرورت ہے اسی لیے یہ چھٹی نہیں کر رہی۔ اگر اس کے پاس پیسہ ہوتا تو یہ چھٹی کر کے آرام کرتی۔ اُس خاتون نے اُس لڑکی سے پوچھا: »آپ کا حمل تو کافی ٹائم کا لگتا ہے، آپ چھٹی کیوں نہیں کر لیتیں؟» اس نے کہا: »جی میرا ابھی دل چاہتا ہے کہ میں چھٹی کروں، اس حالت میں کام کرتے ہوئے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرے خاوند کی نوکری اچھی نہیں ہے اور ہمارے قریب جو ہسپتال ہے وہ بہت

فلسطین

امۃ اللہ

تنہا کھڑا ہوا گنبد صخرہ۔ جس سے ایمان کی شعائیں آج تک بلند ہو رہی ہیں۔
ایسے مظالم کہ روح کانپ جائے اور ایسی تکالیف کہ تکلیفیں بھی جن کے آگے شرمندہ ہوں۔ آسماں ایسے منظر پر لرزاں ہے۔ اور زمین اس قدر خوں میں نہائی ہے کہ خود اپنی پہچان بھول گئی۔ انسانیت کی تمام حدوں کو پار کرتی ہوئی یہودی قوم آج اپنے اصل چہرے کے ساتھ نمودار ہوئی ہے جس کا مکرہ اور خنزیر سے بھی بدتر چہرہ آج دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھ لیا۔ عجب بے حسی اور عجب بے بسی کا عالم ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے مسلم حکمرانوں پر جادو کر دیا ہو یا کسی جنات کی قوم نے ان کی عقلوں کو اچک لیا ہو۔ سب کے سب بے حس تماشائی کا روپ دھارے ہوئے اپنی دنیا میں مگن اور مست ہیں۔ جیسے ان سب نے بے غیرتی کی چادر اوڑھ لی ہو۔
مسلم حکمران کب تک خاموش رہیں گے ؟ ہمارے بچے کٹ رہے ہیں ان کے اعضاء نہیں مل رہے ان کی شناخت نہیں ہو پا رہی۔ ہمارے جوانوں کی لاشیں اجتماعی قبر میں دفن ہو رہی ہیں۔ ہماری عورتوں کے حمل گر رہے ہیں ان کی عصمتیں پامال ہو رہی ہیں۔ اس کے باوجود یہ سب بے حس پڑے ہوئے ہیں اگر امریکا اور اس کے ہمنوا مردود اسرائیلیوں کی مدد کر سکتے ہیں، امریکی وزراء اسلحے سے بھرے جہاز لے کر اسرائیل جا سکتے ہیں تو مسلم امہ کے حکمران اور رہ نما فلسطین کی ایسی مدد کیوں نہیں کر سکتے۔ وہ کیا سوچ رہے ہیں اپنی طاقت کس دن اور کس دشمن کے لیے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں؟
کیا مسلم حکمران ابابیل کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا انہیں عمر بن خطاب کا انتظار ہے؟ کسی صلاح الدین ایوبی کا انتظار ہے یا پھر آسمان سے قطار در قطار فرشتوں کے نازل ہونے کا انتظار ہے۔ یہ لوگ کس غائبانہ امداد کا انتظار کر رہے ہیں اور خود نرم بستر پر پر سکون نیند سو رہے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بے حسی کی انتہا ہو گئی کہ یہود کے ہم نواؤں کی دو ٹکے کی چیزیں نہیں چھوڑی جا رہیں۔ اور بے بسی کی انتہا یہ ہے دنیا بھر کے مسلم عوام اپنے فلسطینی بھائی بہنوں کے لیے جو مدد بھیج رہے ہیں۔ ظالم دشمن اس کے راستے رکاوٹ بنا ہوا ہے اور مسلم حکمران کھانے پینے کی یہ چیزیں۔ پہننے اوڑھنے کا سامان اور علاج کے لیے دواؤں کی شکل میں اس امداد کو پہنچانے کا انتظام نہیں کر پا رہے۔
اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔

مہنگا ہے۔ اور اس میں بچے کی ڈیلیوری کے تقریباً پانچ ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ میرے خاوند نے کہا تھا تین ہزار ڈالر میں جمع کر دوں گا۔ اور دو ہزار ڈالر آپ جمع کر لیں تو ہم ہسپتال کا بل بھر دیں گے۔ اس لیے میں چھٹی نہیں کر سکتی۔ جب تنخواہ ملے گی تو میں پھر چھٹی کر لوں گی۔ یہ کہہ کر وہ ویٹرس لڑکی کولڈ ڈرنک لینے کے لیے چلی گئی، اب اِس خاتون نے سوچا کہ «یہ لڑکی ضرورت مند ہے اگر اس کو میں پانچ ہزار ڈالر دے بھی دوں تو اکاؤنٹ میں موجود میرے پیسوں پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن یہ لڑکی پریشانی سے بچ جائے گی تو بہتر ہے میں اس کی مدد کر دوں۔ اب اس عورت نے اپنی چیک بک نکالی اور پانچ ہزار ڈالر کا چیک لکھا، اس کے ساتھ ایک چٹ لکھی اور ایک لفافے میں ڈال کے اس کو بند کر دیا اور اس ویٹرس کو کہا:» یہ آپ کی ٹپ ہے۔» یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کھانے کے بعد خوشی کے طور پہ انسان خادم کو کچھ انعام دے دے اس کو ٹپ کہتے ہیں اور یہ پوری دنیا میں چلتی ہے۔ اس خاتون نے اُس ویٹرس کو ٹپ دی اور کہا:» شرط یہ ہے کہ تم اس چٹ کو یہاں نہیں کھولو گی، گھر جا کے کھولو گی۔» اس لڑکی نے وہ لفافہ لے لیا اور اپنی پینٹ کی جیب میں ڈال لیا۔
یہ نوجوان ویٹرس جب اپنے گھر گئی تو اس کا خاوند جو دوسرے شہر دفتری کام سے گیا ہوا تھا، واپس آ چکا تھا۔ اب میاں بیوی دونوں نے مل کے کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران باتیں چلیں تو خاوند نے پوچھا کہ» اب تو وقت قریب ہے کیا تم نے پیسوں کا انتظام کر لیا؟: بیوی نے کہا:» اب مجھے جو تنخواہ ملے گی تو پیسے پورے ہو جائیں گے۔« پھر اس نے یہ بھی کہا: «آج ایک عورت کھانا کھانے آئی تھی اور اس نے الگ طریقے سے مجھے ٹپ دی۔»
شوہر نے پوچھا: «کتنے پیسے دیے؟» بیوی نے کہا: «میں نے دیکھا نہیں۔» اُس نے ٹپ دیتے ہوئے کہا تھا: «گھر جا کے لفافہ کھولنا۔» خاوند نے کہا: «اچھا لفافہ لے کر آؤ۔» وہ اپنی پینٹ کی جیب سے لفافہ نکال کے لائی اور خاوند کو پکڑا دیا۔ لو جی! اس کے خاوند نے جب لفافہ کھولا اس کے اندر پانچ ہزار ڈالر کا چیک تھا اور ساتھ چٹ لکھی ہوئی تھی۔ اور چٹ کے اوپر لکھا ہوا تھا۔
«دوسروں کی مدد کرنا میری زندگی کا مقصد ہے۔ جب میں کسی کی مدد کروں تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔»
اور یہاں دل چسپ بات یہ ہے کہ یہ نوجوان وہی تھا، جس نے اس عورت کی گاڑی کا ٹائر تبدیل کیا تھا۔
اس نوجوان نے پریشان حال عورت کا بھلا کیا، اللہ نے اُس عورت کے ذریعے اس نوجوان کی بیوی کا بھلا کروا دیا۔
کر بھلا ہو بھلا، انت بھلے کا بھلا۔
اسی لیے کہتے ہیں، انسان جو کرتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ ہوتا ہے اگر بھلا کرے گا اللہ اس کے ساتھ بھلا کریں گے اگر یہ دوسروں کے ساتھ بُرا کرے گا اس کے ساتھ بھی برا ہو گا اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر خیر خواہی کی صفت پیدا کریں اور نیت کر لیں کہ ہم نے ہر کسی کی خیر خواہی کرنی ہے چاہے وہ اپنا ہو یا غیر۔

Get your Eid preps blooming!
Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
BLOOM
LA PERFUME
DRY 300 ml
Perfect
FRESHENER
ProudlyMadeInPakistan

ابھی کچھ وقت باقی ہے

ام محمد سلمان

”ارے بھئی کہہ دیا ایک بار کہ نہیں رکھنا روزہ! اب چپ کر کے سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔ احمر تکیہ منہ پر رکھ کے دیوار کی طرف کروٹ لیتے ہوئے بولا۔

”آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے احمر!! کیوں روزے چھوڑنے لگے ہیں پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہمیشہ باقاعدگی سے روزے رکھتے تھے۔ اب شروع کے دنوں میں بیماری کی وجہ سے دو تین روزے کیا چھوٹے کہ آپ کو تو روزہ خوری کی عادت ہی پڑ گئی۔ گنتی کے دو تین روزے ہی رہ گئے ہیں۔ اب تو رکھ لیجیے۔ آغاز اچھا نہیں ہوا، انجام تو اچھا ہو جائے کم از کم۔“ لبنیٰ نے منت کرنے والے لہجے میں کہا۔

”بی بی میں سو چکا ہوں آپ بھی برائے مہربانی سو جائیے۔" اس نے رکھائی سے کہا تو لبنیٰ بھی چھوٹے بچے کو تھپکتے تھپکتے سو گئی۔ سحری میں اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کی دعا مانگنے لگی تو دو آنسو رخساروں پر لڑھک گئے۔

باورچی خانے میں گئی اور جلدی جلدی پراٹھے بنانے لگی۔ اتنے میں احمر بھی منہ ہاتھ دھو کر آ گیا۔ لبنیٰ اسے دیکھ کر ایک دم خوش ہو گئی۔

”شکر ہے آپ اٹھ گئے۔ آپ کھانا شروع کریں، اتنے میں اور پراٹھے بناتی ہوں۔“

ارے نہیں! بس تم آ جاؤ تو پھر ساتھ ہی کھاتے ہیں۔ دونوں نے مل کر سحری کی اور سحری کرتے ہی احمر پھر بستر میں جا کر لیٹ گیا۔

ارے یہ کیا!! آپ پھر لیٹ گئے. اذان ہونے والی ہے نماز پڑھ کر سو جایئے گا۔

”تمہارا نام لبنیٰ کی بجائے تھانیدارنی ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔ اللہ کی بندی چپ ہو جاؤ مجھے سونے دو، صبح آفس بھی جانا ہے اور سحری روزہ رکھنے کے لیے نہیں کی میں نے! بلکہ تمہارا خیال کر کے اٹھ گیا کہ ابھی ناشتا کر لوں تاکہ صبح تمہاری نیند خراب نہ ہو میرے ناشتے کی وجہ سے۔

احمر سو گیا اور لبنیٰ نماز پڑھ کے دیر تک اپنے نصف بہتر کی ہدایت کے لیے دعائیں مانگتی رہی۔ تھوڑی دیر تلاوت کی پھر بوجھل دل کے ساتھ ہی چھوٹی بیٹی کو ساتھ لگا کر سو گئی۔

آٹھ بجے کے قریب احمر اٹھا اور آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اتنے میں چائے کی طلب ہونے لگی۔ لبنیٰ کی طرف دیکھا تو گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ خود ہی باورچی خانے میں آیا اور چائے بننے کے لیے چولہے پر رکھ دی۔ تھوڑی دیر میں ہی چائے میں ابال آ گیا، چولہا بند کیا اور کپ میں نکالنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ میسج ٹون سنائی دی۔ موبائل دیکھا تو عارف کا میسج تھا وہی صبح بخیر شام بخیر۔۔۔ وہ زیرِ لب مسکراتا ہوا دوبارہ چولہے کی طرف آیا اور بے دھیانی میں چائے کی دیگچی ایسے ہی اٹھا لی۔ اسٹیل کی دیگچی کے کنارے بے تحاشا گرم تھے۔ جیسے ہی دیگچی کو ہاتھ لگایا انگوٹھا اور ساتھ والی دو انگلیاں دیگچی سے چپک ہی گئیں۔ ایک دلدوز چیخ احمر کے منہ سے نکلی اور بے اختیار ہی ہاتھ زور سے جھٹکا. چائے کی دیگچی دور جا کے گری، چائے آدھی احمر کے اوپر آدھی فرش پر۔۔۔ لیکن احمر کو تو اپنے ہاتھ کی تکلیف مارے دے رہی تھی۔ تینوں انگلیوں کی کھال دیگچی کے کناروں سے ہی چپکی رہ گئی اور اب احمر کے ہاتھ میں بری طرح جلن ہو رہی تھی۔ شور کی آواز سے لبنیٰ اور بچے بھی اٹھ گئے۔ لبنی نے جو اس کا ہاتھ دیکھا تو تڑپ کر رہ گئی۔

”یا اللہ! کتنا زیادہ جل گیا ہے۔ لایئے میں اس پر کچھ لگا دیتی ہوں“

”نہیں نہیں پیچھے ہٹو پلیز! میرے قریب مت آؤ، بہت شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ احمر سی سی کرتے ہوئے بری طرح پہلو بدل رہا تھا۔ مگر کسی طور چین نہیں آ رہا تھا۔ انگلیوں سے کھال ہی نہیں تھوڑا تھوڑا گوشت بھی ادھڑ گیا تھا۔

میرے اللہ! میں کیا کروں؟ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اُفف! میرے اللہ رحم فرما دے۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فریاد کرنے لگا۔

لبنیٰ نے گھر میں پڑا ایک مرہم لا کر لگا دیا مگر تکلیف تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ پہلے تو احمر برداشت کرتا رہا پھر اچانک ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔۔۔

روئیں مت احمر! چلیں ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں، ابھی آرام آ جائے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں پلیز۔

مگر احمر کے اپنے اختیار میں کب تھا! یہ تکلیف کوئی معمولی تکلیف نہیں تھی جسے وہ آرام سے جھیل لیتا۔۔۔ بہت جان لیوا احساس ہو رہا تھا۔ ایک جلنے کی تکلیف تھی ایک دائمی عذاب کا خوف در آیا تھا۔۔۔ جہنم کی آگ کا خوف! جسے ہم اکثر بھلائے رکھتے ہیں۔ اب ہاتھ جلا تو پتا چلا جلنے کی اذیت کیسی ہوتی ہے۔ اور جہنم کی آگ کی تپش تو دنیا کی آگ سے بھی ستر گنا زیادہ ہے۔

کیا بنے گا میرا اگر جہنم میں ڈال دیا گیا تو۔۔۔ کیسے برداشت کروں گا سب کچھ؟ جانتے ہوئے بھی کیوں بھول گیا تھا میں۔۔۔؟؟

جہنمیوں کا رونا تڑپنا ان کی فریادیں ان کی جہنم سے نکلنے کی خواہش اور فرشتوں کا پھر سے انھیں جہنم کی گہرائیوں میں دھکیل دینا۔ بھڑکتی ہوئی شعلہ مارتی آگ کی دہشت ناک آوازیں۔۔۔ اس آگ کے بڑے بڑے ستونوں کے بیچ قید کر دیا جانا.. پھر سیم اور تھوہر کا کھانا۔۔۔ گرم ابلتے پانی

ہیپی عید ملن پارٹی

انیسہ عائشہ

لان کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ارمان لان میں کھڑا انتظامات دیکھ رہا تھا۔لان کی تزین و آرائش قابل دید تھی۔ہر سال حسان صاحب عیدالفطر کی رات اپنے بنگلے پہ عظیم الشان دعوت رکھتے تھے۔ یہ اہتمام بھی اسی سلسلے میں تھا کیوں کہ آج یہاں عید ملن پارٹی منعقد ہونا تھی۔ مگر اس بار تمام انتظام حسان صاحب کے بیٹے ارمان نے سنبھالا ہوا تھا۔ سواس نے پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا۔ساؤنڈ سسٹم بھی اعلی درجے کا تھا۔سنگر کی گونجتی آواز پارٹی کے شرکاء کے ماحول میں سرور پیدا کر رہی تھی۔ فخر نے ایک ستائشی نظر سجے سجائے لان پر ڈالی اور ارمان کو داد دی۔"واہ یار تو نے تو کمال کر دیا سب اے ون ہے۔" یہ سن کر ارمان کی آنکھوں میں چمک دوچند ہو گئی۔

حسان صاحب کے پڑوسی فاروقی صاحب بستر پر پڑے کروٹیں بدل رہے تھے۔ وہ اعصابی تناؤ کے مریض تھے۔ شور و ہنگامہ ان کی طبیعت خراب کر دیتا تھا۔اب بھی یہی ہوا پڑوس سے آتی گانوں کی بے ہنگم آواز ان کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح ضربیں لگا رہی تھی۔ انہوں نے نیند کی گولیاں بھی پھانکیں مگر بے سود۔

اس کا عید کے چوتھے روز پرچہ تھا،اس لیے رافع کتابوں کو سامنے رکھے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ناکام اس لیے کہ پڑوس سے ناچ گانے کے بے ہنگم شور میں اسے الفاظ بھی ناچتے کودتے دکھائی دے رہے تھے۔اس نے کانوں میں انگلیاں ڈالیں۔تنگ آ کر روئی کانوں میں ٹھونس لی۔ مگر موسیقی کی آوازیں گویا کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔

روزینہ اپنی ایک سالہ ننھی پری کو گود میں اٹھائے بیٹھی تھی۔وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ شور سے سہم کر وہ جاگ اٹھی اور گلا پھاڑ پھاڑ کر رونے لگی۔اسے تھپک تھپک کر خاموش کرانے میں ہلکان اس نے بے بسی سے اپنے شوہر کی جانب دیکھا۔ باپ یہ ضبط نہ کر پایا اور باہر نکل گیا۔ حسان ہاؤس میں اس کی بات سننا تو در کنار کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔وہ بوجھل دل سے پلٹ آیا۔

دو گھر چھوڑ کر چوکیدار فضل بخش کا گھر تھا جہاں اس کا آٹھ سالہ گڈو اینٹھا پڑا تھا کہ اماں " مجھے بھی نئے کپڑے پہناؤ اور میرے ساتھ حسان صاحب کے گھر چلو۔" وہ ماں سے نظر بچا کر پارٹی کی آرائش دیکھ آیا تھا اور طرح طرح کے لذیذ کھانوں کی ڈشیں دیکھ اور ان کی خوشبو سونگھ آیا تھا جو اسے اب تک للچائے دے رہی تھیں۔اپنی غربت سے تنگ اس کی ضد سے بے زار اس کی ماں نے سارا غصہ اس پر نکالتے ہوئے اسے دھنک کر رکھ دیا۔ نتیجتاً گڈو کے زور زور سے رونے کی آواز سن کر اس کی دادی دوڑی چلی آئی۔ "آئے ہائے بہو بے کار کا غصہ اس معصوم پہ تو نہ نکال۔اللہ ہدایت دے ان بڑے لوگوں کو۔" اور اپنی قسمت سے شکوہ کناں گڈو کی ماں کے اپنے رب سے گلے شکوے کچھ اور بڑھ سے گئے۔

شور میں تھوڑی دیر کے لیے وقفہ آ گیا تھا۔لان کی ساری بتیاں بجھا دی گئیں مگر یہ وقفہ عارضی تھا جیسے ہی گھڑی نے بارہ بجائے چیخ و پکار کے ساتھ عید ملن پارٹی کا کیک کاٹا گیا۔ (یہ بھی ارمان کا آئیڈیا تھا) ہاؤ ہو، ہلڑ بازی سنگر کے گانے کے ساتھ نوجوانوں کا رقص۔ایک طوفان بد تمیزی بپا ہو گیا۔اہل محلّہ جانتے تھے کہ آج کی رات یوں ہی گزرنے والی ہے۔ فاروقی صاحب کو لگا ان کا دماغ پھٹ جائے گا تو رافع کو پیپر میں اپنے وقت ضائع ہوتا نظر آ رہا تھا۔آنسو بھری آنکھوں سے روزینہ اور بہت سے لوگ شدت سے دعا گو تھے کہ " یا اللہ انہیں اس شور سے نجات دلا دے۔"

ینگ پارٹی نے اس سال عید ملن پارٹی کو نئے رنگ سے منانے کی خاطر فائرنگ شروع کر دی۔ ہوائی فائرنگ جاری تھی کہ پولیس وین کی آواز سنائی دی۔یک دم خاموشی چھا گئی۔ معلوم ہوا کہ ان کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ حوالات میں رات بھر پہلے پولیس سے اپنی ٹھیک ٹھاک خاطر مدارت کروانے اور پھر بھاری نذرانہ دینے کے بعد گھر واپس لوٹے تو سامنے لگا "ہیپی عید ملن پارٹی" ان کو منہ چڑاتا ہوا محسوس ہوا۔ تمام آرائش اور خرچ بے کار گیا۔ حسان صاحب نے آتے ہی صدقے کے طور پر غریبوں، ہمسائے اور محلے داروں کی دعوت کی۔ کھانا کھا کر یہ ضرورت مند خوشی سے چمکتے چہرے اور پر خلوص دعائیں دیتے لوٹے تو ارمان کو انجانی سی خوشی من میں اترتی محسوس ہوئی۔ارمان نے جان لیا کہ عید کی خوشی کا اظہار خوش رنگ اعمال اور لوگوں کی خوشدلی سے دی گئی دعاؤں سے کرنا چاہیے تا کہ عید مصنوعی شوشے بازی کی بجائے حقیقی خوشیوں کے سائے میں گزر سکے۔

کا پینا اور انتڑیوں تک کا کٹ کٹ کے پاخانے کے راستے نکلنا۔

میرے اللہ ! ! کیسے بھول گیا تھا میں یہ سب کچھ۔ کیوں نہ یاد رہا مجھے جہنم کا دردناک عذاب ! احمر ہاتھ کو پکڑے وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔آنسو بے اختیار آنکھوں سے بہ رہے تھے۔ لبنیٰ اندر کمرے میں چلی گئی، اچھا ہے کچھ دیر تنہائی میں وہ اپنا محاسبہ کرے تو۔۔۔ ! ! اپنا نفع نقصان سمجھ لے۔

وہ اکیلا بیٹھا سسک رہا تھا۔ روزہ تو روزہ میں نے نمازیں بھی چھوڑ دیں بالکل ہی جانوروں کی طرح آزاد ہو گیا۔ گویا مجھ پر کوئی ذمے داری ہے ہی نہیں. ساری وعیدیں اور سارے عذاب بھول گیا ایک بس یاد رہا تو اتنا کہ اللہ بہت غفور الرَّحِیم ہے وہ معاف کر دے گا۔ایک بار بھی نہ سوچا کہ معاف نہ کیا تو کیا ہو گا؟ ابھی تو چند انگلیاں جلی ہیں اور جب پورا بدن آگ میں تپایا جائے گا تب کیا ہو گا؟ اپنے نصیب میں خود اپنے ہاتھوں بد بختی لکھ لی میں نے۔ایک بار بھی نہیں سوچا کہ برباد ہو گیا وہ شخص جو رمضان المبارک میں بھی رب کو راضی کر کے اپنی بخشش نہ کروا سکا۔

نہیں نہیں میرے اللہ نہیں۔ توبہ کرتا ہوں میں تجھ سے، معافی مانگتا ہوں اپنے ہر گناہ ہر نافرمانی کی۔

وہ بہت دیر تک روتا رہا ندامت کے آنسو دل پر جمے زنگ کو دھو رہے تھے۔

آج رو لو جتنا رویا جائے آج اس دنیا کا رونا بہت قیمتی ہے۔ ندامت کا ایک آنسو جہنم کی آگ کے سمندر کو بجھا سکتا ہے کل کو جہنمی تڑپ تڑپ کر روئیں گے مگر اس وقت کا رونا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جہنمی اتنا روئیں گے کہ ان کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو، خون اور پیپ سے اتنا پانی اکٹھا ہو جائے گا جس میں کشتی چلائی جا سکے مگر اس وقت کا رونا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ تب وہ افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہیں گے۔

يقول يليتنى قدمت لحياتى

کاش ہم نے اپنی آخرت کی زندگی کے لیے کوئی عمل کر کے یہاں بھیج دیا ہوتا۔

احمر کی آنکھیں وقت پر کھل گئی تھیں. ابھی بہت دیر نہیں ہوئی تھی. ابھی کچھ وقت باقی تھا کچھ مبارک ساعتیں بچی تھیں جن میں وہ رب کے سامنے راز و نیاز کر کے توبہ تلافی کر سکتا تھا۔ اپنے اعمال کی اصلاح کر سکتا تھا۔ چائے کی دیگچی سے ہاتھ جلنا اس کے حق میں رحمت ثابت ہوا۔

ابھی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ رحمت کی بارش ابھی برس رہی ہے، سعادتوں کی برکھا رت ابھی باقی ہے۔۔۔ تو کوئی ہے جو توبہ کا در کھٹکھٹائے اور اپنے رب کو منالے۔۔۔ تو کوئی ہے جو اپنے رب کو منالے۔۔۔ اور اس باران رحمت میں پور پور بھیگ جائے ! ! !

”دیکھو بچی! دوپٹا صحیح سے پھیلا کر اوڑھنا، پاؤں سمیٹ کر طریقے سے بیٹھنا۔ لڑکیوں کو سکڑ سمٹ کر بیٹھنا چاہیے۔ ماموؤں کے یا کسی بھی بھائی (کزن) کے ساتھ ہنسی مذاق یا بے تکلف ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ سمجھ رہی ہو نا۔“

”توبہ! اتنی سی کم عمر بچی پر اتنی سختی، روک ٹوک، اتنا لمبا لیکچر؟ ارے بھئی وہ اپنے سمجھدار ماموں کے ساتھ اپنی سگی نانی اماں کے گھر رہنے جا رہی ہے۔“ ساری زندگی اپنی اکلوتی بہن سے سیدھے منہ بات تک نہ کرنے والا ہر وقت طنز کر کے اذیت دینے والا کلثوم کا سگا چھوٹا بھائی سخاوت جل کڑھ کر بولا تو وہ بس ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

کلثوم کے یہاں بارہ سال بعد چوتھے بچے کی آمد متوقع تھی۔ اس کی گود پھر سے بھرنے جا رہی تھی۔ جسمانی ساخت اور چند نسوانی پیچیدگیوں کے باعث ولادت بذریعہ آپریشن ہونا تھی۔ سی سیکشن کے بعد اس کے کم از کم دو چار دن حالتِ غنودگی میں لازماً ہاسپٹل میں گزرنے والے ہیں اس کی ٹینشن تو تھی ہی۔ تاڑ کی طرح لمبی ہوتی بیٹی علشبہ (جس کی عقل اس کے گھٹنوں میں تھی) کو کس کے پاس چھوڑا جائے؟ اس فکر نے کلثوم کا خون خشک کر دیا تھا۔ بے اعتباری کا ایسا عالم تھا کہ وہ غیر تو کیا کسی اپنے سگے رشتے دار پر بھی اعتماد کرنے کی روادار نہیں تھی۔ ہر وقت ڈری سہمی رہنے والی ماں اپنی بالی عمر میں نہ جانے کیا کچھ سہ چکی تھی۔

”اے بی! سارے جہاں میں بس تم ایک انوکھی ماں ہو جو پہلی مرتبہ بچہ جننے جا رہی ہو؟“ سسرالی رشتے دار خواتین نے اس کی گھبراہٹ پر ٹکا کا کر تیر پھینکے۔

”کلثوم! بے اعتباری کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اتنا گیا گزرا سمجھتی ہو ہمیں؟ تمہاری لاڈلی کا خیال نہیں رکھ سکیں گے؟“ سگی ماں اور باپ بھائیوں نے بھی زہر میں بجھے تیر برسانا شروع کر دیے۔ اپنوں نے سخت جملوں کی کاٹ سے حساس اور نازک دل والی کلثوم کا کلیجہ چھلنی کر دیا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔ وہ ماضی کے دریچوں سے جھانکتے ہوئے آہستگی سے گویا ہوئی۔

”میری بھولی ماں! ذرا سی غفلت ہی تو ہوئی تھی آپ سے اور چیل بے فکری سے دانہ چگتی چڑیا پر جھپٹ پڑی تھی۔“

◆◆◆

لاابالی الہڑ کلثوم بے تحاشا اور بے وجہ ہنسنے، ہر ایک سے بہت جلد بہت زیادہ بے تکلف ہو جانے والی شوخ و چنچل لڑکی تھی جو آنکھیں بند کر کے ہر کسی کی بات کا اعتبار کر لیتی۔ بھولی سی معصوم سی حساس چھوٹے سے دل کی جو تھی۔ بات بات پہ اپنی آنکھیں بھگو لیا کرتی تھی۔ جب اس نے اپنے سگے رشتوں سے اعتبار کی چوٹ کھائی۔ سر بازار رسوا و بدنام کی گئی اور کسی اپنے نے اس کا ساتھ نہیں دیا، اس کی پارسائی کا یقین نہیں کیا گیا بلکہ الٹا اسی کے الہڑپن کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ تب اسے شدت سے احساس ہوا کہ اسے تو اپنی حفاظت خود کرنا چاہیے تھی یہ ظالم اور بے رحم دنیا عبرت کی جا ہے یہاں پر کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ تب سے کلثوم نے اللہ جی سے پکا رشتہ جوڑ کر اپنے گرد ایک مضبوط حفاظتی حصار کھینچ لیا تھا۔

اماں ابا نے مناسب رشتہ دیکھ کر اسے وداع کر دیا۔ خونی رشتوں کی ڈسی ہوئی کلثوم نے سسرال آ کر جب یہاں بھی رشتوں کے تقدس کو پامال ہوتا دیکھا تو اس کی روح کانپ اٹھی۔ شوہر نے نفسیاتی مریضہ کہہ کر دامن چھڑا لیا۔ اور تین بچے جھولی میں ڈال کر خود پردیس میں جا بسا۔ سال بھر میں بس ایک بار آتا تھا۔ ایسے حالات میں کلثوم نے خود کو ایک خول میں بند کر کے اپنے ہونٹوں پر مہر لگا لی۔ وہ شدت سے دعا کرنے لگی کہ کبھی بیٹی کو جنم نہ دے۔ اوپر تلے دو بیٹوں کی ماں بننے کے بعد وہ اپنی دعا کی قبولیت پر لاکھوں شکر ادا کر رہی تھی۔ پر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور خالق بے نیاز نے اس کی جھولی میں اپنی رحمت ڈال دی۔ کلثوم نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بیٹی کی ماں بن گئی۔ علشبہ گھر میں سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ دو بڑے بھائیوں کی اکلوتی بہن۔ بہنا جب ننھی منی تھی تو بھائی، ماموں چاچا سب ہی اسے گود میں لیے پھرتے تھے۔ مگر کلثوم تو بیٹی کی ماں بنتے ہی زخمی شیرنی بن گئی تھی۔ وہ اولاد کو سونے کا نوالہ کھلا کر شیر کی نگاہ رکھنا جان گئی تھی۔ اسے کسی سے بھی شکوہ شکایت نہیں تھی وہ تو بس بچاؤ کے تمام تر حفاظتی اقدامات پر سختی سے عمل پیرا تھی۔ اس کے چاروں اطراف ہوس کے پجاری، نفس و شیطاں کے غلام مرد وزن تھے جو اپنے ہی رشتوں کے تقدس کو پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

◆◆◆

”آپ کتنے اچھے ہیں۔ مجھے چاکلیٹ بہت پسند ہے اور آپ میرے لیے روز اچھی اچھی کینڈیز لاتے ہیں۔ مجھے آپ کے ساتھ باتیں کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میں آپ کو بھائی کہہ سکتی ہوں نا بھائی! آپ سچ کہتے ہیں مجھ سے گھر میں کوئی پیار نہیں کرتا۔ سب ہر وقت بس ڈانٹتے رہتے ہیں یا پھر اپنے کام کرواتے ہیں۔ کوئی بات نہیں کرتا نہ کوئی میرے ساتھ کھیلتا ہے۔ سب کہتے ہیں کہ میں بہت اونگا بونگا بولتی ہوں۔ بانس کی طرح لمبی ہوتی جا رہی ہوں پر عقل نام کی شے نہیں ہے۔ مما کسی کزن سے بات کرنے نہیں دیتیں، کہتیں ہیں کہ صرف اپنے بھیا لوگ سے بات کیا کرو۔ اور میرے بھیا لوگ وہ تو بہت مصروف آدمی ہو گئے ہیں۔“ گیارہ سالہ علشبہ لاؤنج میں رکھے فون پر سرگوشیوں میں کسی سے بات کرنے میں مصروف تھی جب کلثوم نے اسے پیچھے سے جا لیا اور اب وہ دم سادھے اس چھوٹی سی لڑکی کی گفتگو سن رہی تھیں۔ کافی دنوں سے یہ چھپن چھپائی جاری تھی روز بھری دوپہر کو جب سب گھر والے قیلولہ کرنے کی غرض سے اپنے کمروں میں لیٹتے تب دبے قدموں کے ساتھ علشبہ کلثوم کے پہلو سے اٹھ کر نیچے چلی جایا کرتی۔ صبح سویرے سے اٹھی کلثوم ذرا دیر کو کیا اونگھتیں یہ چھٹانک

ماں جایا

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد

بھر کی علشبہ نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتی، آج پکڑی ہی گئی۔ مگر یہ کیا کہہ رہی تھی اور اس کا مخاطب کون تھا یہ بات کلثوم کے لیے زیادہ تشویش ناک تھی۔

"آپ دو دن سے نہیں آ رہے ہیں۔ میں آپ کو مِس کر رہی تھی۔ میں نے سوچا میں آپ کو خود ہی فون کر کے بتا دوں کہ میں آپ کو کتنا زیادہ یاد کر رہی ہوں۔ نہیں، نہیں کسی کو بھی نہیں پتا۔ سب تو آرام سے سو رہے ہیں۔ بتائیے نا آپ پھر کب آئیں گے روفی بھائی؟"

"روفی بھائی" کلثوم کا دل دہل گیا۔ بھولی بھالی توجہ کی بھوکی چھوٹی سی لڑکی علشبہ نے کلثوم کے خاندان کے سب سے خطرناک آدمی کو اپنا بھائی بنا ڈالا تھا۔ یہ کیا کر دیا پیاری علشبہ۔ یا اللہ! اب کیا کروں؟

وہ سُن کھڑی گہری سوچ میں پڑی خود کلامی کرنے لگی۔

"آہ! ماں جائیوں کی بے اعتنائی، ان کی توجہ کی ہڑک تو ہمیشہ سے مجھے بھی رہی ہے، میرے پانچ بھائیوں نے مجھے کبھی منہ نہیں لگایا۔ ہمیشہ دھتکارتے ہی رہے۔ چھیڑ خانیاں کرتے، بلاوجہ اتنا تنگ کرتے کہ زچ ہو کر جب میں رو پڑتی تو وہ سب مجھے طیش دلا کر خوشی سے تالیاں بجاتے تھے۔ اماں ابا سے شکایت کرتی تو وہ ہنس کر ٹال دیتے کہ سب کے بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں لاابالی، شرارتی اور آفت کے پرکالے۔ بھائیوں کے مذاق، مار سہ سہ کر ایک دن میں اس رویے کی عادی ہو ہی گئی۔ میں سمجھ دار تھی اس کے باوجود جال میں بری طرح پھنس گئی۔ اپنے ہی چچازاد بھائی کے ساتھ ہنس کر بات کرنے کا ناقابل معافی جرم سرزد ہو گیا تھا۔ خود سے کئی سال بڑے چچازاد بھائی کی ذرا سی توجہ اور محبت پا کر معصوم بچی ایسا بہل گئی کہ اسے دل سے اپنا سگا بھائی مان لیا۔ ہم نے ساتھ مل کر کھیلنا، خوب باتیں کرنا شروع کر دیا۔ تنگ نظری اور بے اعتباری کی تو حد ہی ہو گئی تھی۔ مجھ پر رکیک الزامات لگائے گئے۔ بہتان تراشی کر کے میری ذات کی دھجیاں بکھیری گئیں۔ میرے اپنے ماں جائیوں نے بھی برادران یوسف کا کردار بخوبی انجام دیا۔ نفرت، بدگمانی اور رسوائی کے اندھے کنوئیں میں دھکیل کر وہ میرے غیرت مند بھائی ہونے کا صحیح حق ادا کر رہے تھے۔

علشبہ میری سادہ لوح بیٹی پھر سے اسی خوش نما جال میں پھنس گئی تھی۔ ہائے اللہ جی اسے کیسے سمجھاؤں کہ صرف ماں جایا ہی اپنا سگا بھائی ہوتا ہے۔ ہر راہ چلتا آدمی بھائی نہیں بن سکتا۔ یہ خون کے محرم رشتے اللہ پاک نے بنائے ہیں ان میں بڑی حکمت و مصلحت چھپی ہے۔ میری ناسمجھ نادان بچی تم ابھی نہیں سمجھو گی۔۔۔!

"علشبہ!" کلثوم نے بہت پیار اور شفقت سے بیٹی کو پکارا۔ علشبہ پوری جان سے دہل گئی، فون ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے ہی والا تھا جسے کلثوم نے لپک کر تھام لیا اور کان سے لگا لیا، مگر یہ کیا (پکڑے جانے کے خوف سے) دوسری جانب سے لائن کاٹ دی گئی تھی۔ علشبہ ڈر کے مارے کپکپاتے ہوئے کلثوم سے دور ہٹ رہی تھی۔

کلثوم فون کریڈل پر رکھ کر پیچھے مڑیں اور دونوں بانہیں پھیلا کر علشبہ کو اپنے پاس بلایا۔ معصوم بچی سہم کر ٹک ٹک تکنے لگی مگر ماں کی آنکھوں میں اعتبار و یقین کے ٹمٹماتے جگنو دیکھ کر پھر سے جی اٹھی وہ بھاگ کر کلثوم کی بانہوں میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ کلثوم نے اسے اپنی نرم آغوش میں کسی نازک آبگینے کی طرح سمیٹ لیا تھا۔ دونوں ماں بیٹی کے دل انجام خوف سے دھڑک رہے تھے۔ ماں کے سینے میں منہ چھپائے علشبہ نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا:

"ماما! آپ کسی کو بتائیں گی تو نہیں۔"

آہ! ماں کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ وہ اسے پچکارتے ہوئے نرمی سے بولیں:

"نہیں میری بچی۔ میری جان، کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گی مگر میری گڑیا آپ مجھے تو بتاؤ گی نا کہ کیا ہوا؟"

ماں کی توجہ، شفقت اس کا اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس نے قدرے ہچکچاتے ہوئے بولنا شروع کر دیا تھا۔

"ماما جی! زین بھیا نے مجھے روفی بھائی کے سامنے ڈانٹ رہے تھے اور میں رو رہی تھی۔ بھیا چلے گئے تو روفی بھائی نے مجھے پیار کیا اور پھر چپ کرانے کے لیے باہر لے گئے، چاکلیٹ دلایا اور کہا کہ میں ان کی بات مانوں گی تو وہ مجھے ایسے ہی پیار کریں گے اور گھمائیں گے بھی چیزیں بھی دلائیں گے۔" ماں کا پیار ملتے ہی بھولی بھالی علشبہ نے روفی بھائی کا راز اُگل دیا۔

"یاالٰہی! ذرا سی غفلت سے بات کہاں تک جا پہنچی۔ کلثوم نے کلیجہ تھام لیا۔ قسمت نے انہیں پھر سے بہت نازک موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔"

محبت سے علشبہ کے آنسو پونچھتے ہوئے وہ مصنوعی غصے سے بولیں:

"زین بھیا بہت گندے ہیں۔ آج ان کی خوب کلاس لیں گے ٹھیک ہے۔ میری بیٹی کو لفٹ نہیں کراتا۔ میری بچی کے لیے وقت نہیں ہے اس کے پاس۔" کلثوم دل ہی دل میں خوب گڑگڑا کر اللہ جی سے مدد کی بھیک مانگ رہی تھیں۔

"میری بٹیا رانی! غور سے سنو اور سمجھو اپنے سگے بھائی ایسے ہی لاابالی ہوا کرتے ہیں۔ آپ کے ماموں بھی ایسے ہی تھے۔ سب اپنی بہنوں سے چھیڑ خانی کرتے ہیں۔ لاڈ پیار سے ڈانٹتے ڈپٹتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ انجانی لڑکیوں کو بہن نہیں بنا سکتے نا۔ یہ اللہ جی کا قانون ہے۔ بھائی اپنی سگی بہنوں سے بہت پیار کرتے ہیں اس لیے وہ بہنوں کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر بھی خوب نظر رکھتے ہیں۔ اور پتا ہے انہیں یہ ذمے داری کس نے سونپی ہے؟" کلثوم نے لوہا گرم دیکھ کر کاری ضرب لگائی تھی۔ "علشبہ پوری توجہ سے ماں کی بات سن رہی تھی۔ حیرت سے ماں کو دیکھا۔

"اللہ جی نے بھائیوں کو بہنوں کا محافظ بنایا ہے۔ اور دیکھو تو سہی بھیا لوگ کتنے مصروف ہوتے ہیں۔ صبح سویرے اُٹھ کر کام پر چلے جاتے ہیں۔ اپنی ساری ذمے داریاں احسن طریقے سے نبھاتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں۔ اب آپ کی شرارتوں اور لاپروائی پر انہوں نے آپ کو ذرا سا ڈانٹ دیا تو آپ ان سے اتنا زیادہ بدظن ہو گئیں کہ اپنے سگے بھیا کو چھوڑ کر کسی غیر کو اپنا بھائی بنا لیا۔" کلثوم کی آواز درد سے لبریز اور آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ علشبہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"علشبہ! ماما ڈانٹیں گی تو کیا آپ اپنی ماما بھی بدل لیں گی؟" ضبط کے سارے بندھن ٹوٹنے لگے تھے۔

علشبہ تڑپ کر بول اٹھی۔ "نہیں، نہیں ماما جی نہیں آپ تو میری سگی ماما ہیں۔"

"میری گڑیا رانی! زین بھیا صرف آپ کے بھیا ہیں۔" ماں کے بے اختیار کہنے پر علشبہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور بولی: "ہاں ماما جی! میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ زین بھیا ہی تو میرے سگے بھیا ہیں۔" شام کو زین اور زید کالج سے گھر لوٹ آئے تھے۔

کلثوم نے کھانے کے بعد بڑے تحمل اور بردباری سے دونوں بیٹوں کو ہمیشہ کی طرح چند نصیحتیں کیں۔ بہن سے محبت اور شفقت سے پیش آنے کی درخواست کرتے ہوئے بولیں:

"میرے بچو یاد رکھو۔ بہنیں نازک آبگینے ہوتی ہیں۔ اور بھائی ان کی مضبوط آہنی ڈھال۔

"کبھی بھی بہن کو رسوا نہ کرنا اور نہ رسوا ہونے دینا۔۔۔ یہ تمہارا مان تمہاری ذمے داری ہے۔ اسے احسن طریقے سے نبھانے کی حتیٰ الامکان کوشش کرنا۔ دیکھنا تمہاری ذرا سی غفلت انہیں کرچی کرچی نہ کر دے۔" زین اور زید تو سمجھ گئے۔ کیا آپ کو سمجھ آئی؟

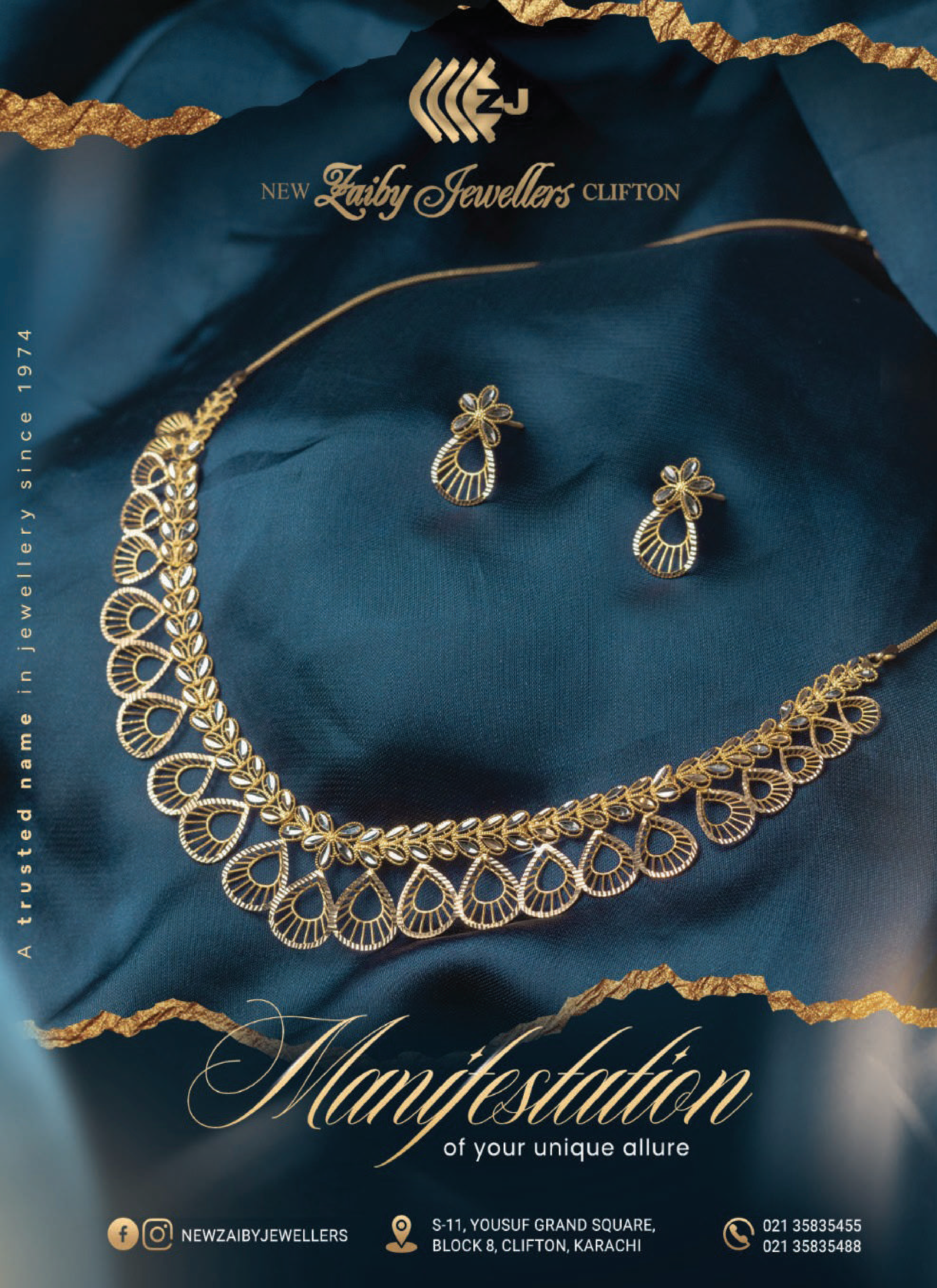
NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
Manifestation
of your unique allure
NEWZAIBYJEWELLERS
S-11, YOUSUF GRAND SQUARE,
BLOCK 8, CLIFTON, KARACHI
021 35835455
021 35835488

عید اور نیند

لائبہ عبدالستار

السلام علیکم

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ نور جہاں خالہ آئیے آئیے، کیسی ہیں آپ؟

بسمہ نے دروازے سے داخل ہوتی نور جہاں خالہ کا استقبال کیا۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا اللہ کا شکر ہے۔ ارے رے رحمت تم کب آئیں؟

رحمت آپا کو دیکھ کر نور جہاں خالہ چونکیں۔

زہے نصیب بھئی میری بچپن کی ساتھی آئی ہے کیسی ہو نور!

رحمت آپا فوراً ان کے گلے لگیں۔

نور! میں نے بڑا یاد کیا تمہیں امریکا میں، اس بار تو میں نے ہاشم سے کہہ دیا کہ بیٹا مجھے پاکستان چھوڑ آؤ، امریکا میں تو کوئی عید ہی نہیں لگتی، نہ جانے کتنے روز زندگی کے باقی ہوں تو سوچا کہ عید تمہارے ساتھ گزاروں گی۔

رحمت آپا ایک ہی سانس میں سب بولتی چلی گئیں۔

آؤ تم میرے ساتھ بیٹھو۔

باتوں اور یادوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

بسمہ بھی کچھ دیر میں پاس آ بیٹھی اور دونوں بزرگوں کی باتوں سے محظوظ ہونے لگیں۔

تمہیں یاد ہے رحمت؟ ہم عید پر مہندی لگوانے کی خاطر پوری رات جاگ لیا کرتے تھے کہ کہیں میری مہندی رہ نہ جائے۔

باتوں میں پھر عید کی بات آ نکلی۔

مہندی سے یاد آیا سوتے ہوئے ہمارے منہ پر مہندی لگ جاتی تھی۔۔

رحمت آپا نے عید پر اکثر ہونے والا کارنامہ ذکر کیا جس پر بسمہ کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔۔

ہاں ہاں اور عید کی خوشی میں نیند بھی بہت مشکل سے آتی تھی، اور یہاں آنکھ لگتی وہاں آنکھ کھلتی تو یک دم دل خوشی سے جھوم جاتا کہ آج تو عید ہے۔

نور جہاں خالہ تو جیسے بچپن کی عیدوں میں کھو گئیں۔

اچھا خالہ آپ بتائیے آپ کی چائے میں چینی ڈالوں؟

بسمہ کو مہمان نوازی کا خیال آیا۔

بیٹی پھیکی چائے تو حلق سے نہیں اترتی ہلکی سی چینی ڈال دینا۔

جی صحیح۔

دھیمی سی مسکراہٹ سے بسمہ کچن کی طرف چل دی۔

کچھ ہی دیر میں دونوں سہیلیاں لوازمات سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ ساتھ ہی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

دن پر لگا کر اڑتے گئے یہاں تک کہ عید کا دن بھی آن پہنچا

صبح فجر میں ہی چھوٹے بڑے سب اٹھ گئے

بریرہ، زنیرہ چھ سالہ حمیرا، عماد اور آزر سب ہی خوش تھے۔

رحمت آپا بہت خوش تھیں آخر کار کئی برسوں بعد وہ اپنے وطن کی عید دیکھ رہی تھیں اس حال میں کہ بالوں میں چاندی اتر آئی تھی۔

نماز و تلاوتِ قرآن کے بعد بچیاں گھر کی صفائی میں لگ گئیں اور بسمہ کچن میں مصروف ہو گئی، بچے اپنے والد کے ساتھ عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

بھئی تیار ہو جاؤ! اس سے پہلے کہ تمہارے سر تاج عید گاہ سے آ جائیں۔

جی اماں ذرا کچن کے کام نمٹا لوں تیار ہونے کو تو پورا دن پڑا ہے۔

رحمت آپا ابھی کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ اچانک بریرہ پر نظر پڑی۔

بریرہ عید کا سوٹ نہیں پہنا آپ نے؟

رحمت آپا نے حیرت سے بریرہ کو دیکھا جو آرام سے بیٹھی موبائل پر عید مبارک کے میسج بھیجنے میں مصروف تھی۔

نہیں دادو جان آج تو بس سوئیں گے نا سب، اس لیے کل پہنوں گی ویسے میرا یہ والا سوٹ بھی نیا ہی ہے دو یا تین بار ہی پہنا ہے۔

موبائل سے نظریں ہٹائے بغیر بریرہ نے جواب دیا۔

ستم بالائے ستم!!!

کیاااا؟ آج سوئیں گے سب؟؟؟

رحمت آپا حیرت کے ساتھ ساتھ غصے میں بھی نظر آ رہی تھیں۔

جج جی دادو جان۔

بریرہ نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

عید مبارک عید مبارک عید گاہ سے آتے ہی بچوں نے صدا لگائی۔

ارے رے دادو جان آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔

عماد جو کھل کر تعریف کرتا تھا پیاری دادو جان کو دیکھ کر بولا جو آسمانی رنگ کا خوبصورت جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھیں جس پر سفید باریک موتیوں سے کام کیا ہوا تھا۔

سب کو عید کی مبارکباد دی گئی اور عیدی وصول کی گئیں۔

ساتھ مل کر سب نے چھولے چاٹ اور کھیر کھائی، پھر عین بریرہ کی دی ہوئی نیوز کے مطابق عمل ہونے لگا۔

سب باری باری اپنے کمرے میں جا کر سو گئے اور رحمت آپا کی نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی سو فوراً نور جہاں کی طرف چل دیں، وہاں نور جہاں کے گھر کا بھی یہی سماں تھا اچھی خاصی بڑی فیملی ہونے کے باوجود گھر میں سناٹا طاری تھا۔

نور میں تو سمجھی تھی کہ میرے ہی گھر میں سب خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، یہاں تو تمہارے گھر بھی سب گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہے ہیں۔

ہاں رحمت یہ ہماری نئی نسل پتا نہیں کہاں جا رہی ہے خوشیوں کے مواقع کو کس طرح گنوا دیا جاتا ہے یہ تو یادگار لمحے ہوتے ہیں جنہیں ہم سو کر ضائع کر دیتے ہیں۔

نور جہاں نے افسوس کے ساتھ کہا۔

ٹھیک کہہ رہی ہو نور عید کو عید کی طرح منانا چاہیے اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے تحفے کی یوں ناقدری تو نہ کی جائے۔ مجھے تو بہت دکھ ہو رہا ہے۔

بس میں تو یہی کہوں گی کہ نیند کے لیے اور بھی دن ہیں اگر ہمارے بچے بس ایک دن کے لیے اپنی نیند اور تھکن کو پس پشت ڈال کر لمحے لمحے کو یادگار بنا لیں، تو اس نعمت کی بہترین طور سے قدر کی جا سکتی ہے۔

بالکل رحمت صحیح کہا آپ نے۔

کاش ہمارے بچے اس عہد کو اپنی زندگی میں شامل کر لیں کہ اللہ کی

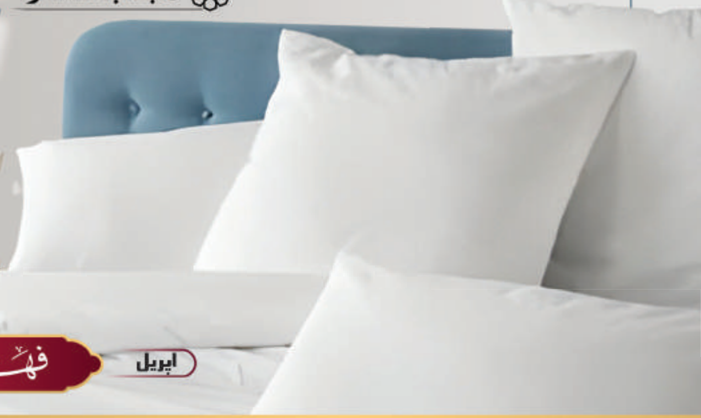

رمضان کے بعد ہمارے رویے

فاطمہ ابراہیم

نیکیوں کا موسم بہار جس کا تھا، سب کو انتظار یعنی رمضان جو چند دن پہلے ہی شروع ہوا تھا مگر اب ہم سے رخصت ہوا چاہتا ہے۔ رمضان کی آمد سے قبل ہر زبان دعا گو تھی کہ اللھم بلغنا رمضان اللھم سلمنا لرمضان وسلمہ لنا یا اللہ یا اللہ ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔ رمضان کو ہمارے لیے اور ہمیں رمضان کے لیے سلامت رکھ۔ الحمد للہ بفضل اللہ ہم نے رمضان پایا اور اس میں خوب خوب عبادات کی کوشش کی۔ اللہ سبحانہ وتعالی قبول فرمائیں آمین۔

رمضان سے متعلق ہمارے اعمال تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلے: رمضان سے قبل کیے جاتے ہیں دوسرے: جو رمضان میں کیے جاتے ہیں تیسرے: ماہِ مبارک کے بعد کیے جاتے ہیں۔

رمضان سے قبل کیے جانے والے اعمال میں دعا، دلوں کی صفائی، گھروں کی صفائی، عید کی تیاری، اپنے لیے قربِ الہی کے اعمال اور عبادات کے اعلی اہداف کا تعین کرنا اور دوسروں کو بھی نیکیوں میں اپنے سَاتھ شامل رکھنا ہے۔

ماہِ مبارک میں کیے جانے والے اعمال بے شمار ہیں، ان میں سے چند اعمال روزہ، فرض نماز کے ساتھ نفل نماز کا اہتمام، صدقہ و خیرات، ذکر الہی، سحری و افطاری کا اہتمام اور قیام اللیل وغیرہ ہیں۔

اور تیسری قسم ان اعمال کی ہے، جن کا تسلسل رمضان کے بعد بھی برقرار رکھا جائے۔ سلف صالحین کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رمضان سے قبل باری تعالی کے حضور دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ ہمیں رمضان تک پہنچا دیں اور اس میں نیکیوں کی توفیق عطا فرما اور رمضان میں خوب خوب عبادات کرنے کے بعد دعا کرتے تھے کہ یا اللہ جو رمضان میں آپ کی توفیق سے نیکیاں کی ہیں ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

سلف صالحین کے برعکس اگر ہم دیکھیں تو ہم رمضان میں تو خوب عبادات کا اہتمام کرتے ہیں مگر افسوس جیسے ہی عید کا چاند نظر آنے کا اعلان ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ شیطان نہیں بلکہ ہم ان دیکھی زنجیروں سے آزاد ہو گئے ہیں۔ جو نیکیوں میں محنتیں، مشقتیں اور ریاضتیں کی ہوتی ہیں ان کے بعد کا جو اثر ہونا چاہیے وہ لمحہ بھر بھی نظر نہیں آتا۔ عید تو رمضان کی عبادات اور اہتمام کا رب کریم کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے، جسے گزارنا بھی رب کی اطاعت میں ہی چاہیے۔

رمضان میں جو نیکیوں کا تسلسل بن جاتا ہے اسے منقطع نہیں ہونا چاہیے بلکہ رمضان کی آمد کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس ایک ماہ میں ہم رب کی اطاعت پر اتنے کاربند ہوں کہ رمضان کے بعد رب کی معصیت کرتے ہوئے حیا آڑے آجائے۔

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کی ترغیب دلائی گئی ہے، ان روزوں کی فضیلت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ایسا ہے جیسے پورے سال کے روزے ہوں" صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ۔ اس کے علاوہ ہر اسلامی مہینے میں ایامِ بیض یعنی چاند کی 15,14.13 تاریخ اور ہفتے میں سوموار اور جمعرات کے روزے کی عادت بنانا ہے ان شاء اللہ۔

رمضان چونکہ شہر القرآن بھی ہے تو اس ماہِ مقدس میں ہر وہ شخص جس کے چراغِ قلب میں ایمان کی ذرہ سے بھی شمع جل رہی ہوتی ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک دفعہ تو لازمی قرآن کا دور کیا جائے۔ قرآن کی تلاوت کو اب ترک نہیں کرنا بلکہ اس عادت کو ہمیشہ کے لیے اپنانا ہے خواہ ایک صفحہ یا ایک رکوع ہی روزانہ تلاوت کیوں نہ کریں۔ تلاوت کے لیے فجر کے بعد کا وقت بہترین ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں: ان قرآن الفجر کان مشھودا بے شک فجر کے وقت کا پڑھا گیا قرآن رب تعالی کے ہاں پیش کیا جاتا ہے۔

فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرنا ہے۔ جس طرح رمضان میں قیام اللیل کیا کرتے تھے اس طرح بہت زیادہ وقت قیام نہ بھی کر سکیں تو بھی فجر سے کچھ دیر قبل اٹھ کر دو رکعت ہی ادا کر کے غافلوں کی فہرست میں شامل ہونے سے خود کو بچانا ہے۔

اللہ کی خاطر اللہ کی مخلوق کو کھانا کھلانا اللہ کی محبت کی علامات میں سے ایک علامت اور جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا کہ وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ رمضان میں ہر شخص سحری افطاری میں دوسروں کو شریک کرنے کا جذبہ و اہتمام رکھتا ہے رمضان کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں سخاوت کی سنت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ کے لیے خرچ کرنے کی عادت بنی تھی کیا اب اسے بھول جانا ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف رمضان میں سخاوت برتا کرتے تھے؟ نہیں نہیں معزز قارئین! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو رمضان و غیر رمضان میں ہمیشہ دینے والے تھے تو ان شاء اللہ روزانہ صدقہ کر کے رب کی معزز مخلوق فرشوں کی دعاوں کا مستحق بننا ہے ان شاء اللہ۔

غرض یہ کہ نیکیوں کا جو سلسلہ ماہ مقدس میں شروع ہوا تھا اس کا تسلسل برقرار رکھنا ہے اور ہر دم قربِ الہی کے کاموں میں مسابقت کرنی ہے ان شاء اللہ۔

چلو آ کہ ہم ایک کام کرتے ہیں   کی ہیں جو رمضان میں عبادتیں
ان عبادتوں کا تسلسل اب ہم برقرار رکھتے ہیں   اور رب سے توفیق کی دعا کرتے ہیں
کی ہیں جو نیکیاں ہم نے ان نیکیوں کی حفاظت کا اقدام کرتے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ جو نیکیاں بتوفیقِ الہی کی ہیں ان کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اللہ ان کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اللھم آمین

طرف سے دی ہوئی خوشی کو بھرپور مزے کے ساتھ یادگار بنانا ہے۔

آج جب چار لوگ بیٹھ کر آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو عید سے متعلق ان کی بس یہی باتیں ہوتی ہیں کہ بس ٹھیک ہی گزری عید!! میں نے تو سو کر گزاری!! میری عید تو بہت بورنگ تھی!!

وغیرہ وغیرہ۔

ان میں کوئی ہی لاکھوں میں ہیرا ہوتا ہوگا جس کا تبصرہ سب سے منفرد اور مسرور لہجے میں ہوتا ہوگا کہ میری عید تو بہت بہترین گزری ہے اور کیوں نہ اچھی گزرتی میرے پیارے اللہ جی کی طرف سے دیا ہوا عظیم تحفہ جو ہے۔

بس رحمت ہم اللہ سے دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ ہمارے بچوں کو حقیقی خوشیاں عطا فرمائے۔

آمین رحمت آپا کے منہ سے بے اختیار جاری ہوا۔

ثمینہ کوکب

رمضان عید اور ہم

گھر بھر کی صفائیاں زوروں پر تھیں رمضان کا آخری عشرہ چل رہا ہے۔ عید کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کہیں پکوان بنانے کے لیے اشیائے خورونوش کی خریداری ہو رہی ہے تو کہیں عید کے کپڑے چوڑیاں 'مہندی' اور جوتے وغیرہ۔

ہر ایک دوسرے سے بازی لینا چاہتا ہے کہ وہ عید پر اچھا لگے۔ تمام رشتے داروں، عزیزوں اور دوستوں میں نمایاں رہے۔ تعریف وصول کرنا اور تعریف وصول کرنے کے تمام حیلے بہانے کرنا سب اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ارم بھی انہی میں سے تھی۔ ارم کا گھرانہ بھی عید کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ ارم ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اپنے حلقہ احباب میں سب سے زیادہ سوشل ہے اور فیشن میں نت نئے ڈیزائن اور عمدہ کپڑے جوتے اس کا شوق بھی ہے۔ ابھی بھی عید کی تیاری میں وہ ایسا لباس بنانا چاہتی ہے کہ سب سہیلیاں، کزنیں، بہنیں پیچھے رہ جائیں۔ اور اس کا لباس سب سے اچھا ہو۔ اللہ پاک نے شکل و صورت بھی اچھی بنائی تھی۔ تو غرور تو بنتا ہی تھا نا!

اب میچنگ جیولری اس کے حساب سے نہیں مل رہی تو ایک ہنگامہ کھڑا ہے گھر میں۔

امی جان کہہ بھی رہی ہیں کہ ابھی ٹھہر جاؤ رمضان کے بعد دلادوں گی۔

دادی جان اعتکاف میں ہیں۔ بڑے بھائی صاحب مسجد میں معتکف ہیں آخری دن ہیں۔ گھر کا کام بھی بڑھا ہوا ہے۔

اور مسجد افطاری بھجوانا ہے۔ سحری کا انتظام کرنا ہے۔ لڑکی! کچھ ماں کا احساس کرو اور کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ روزہ رکھنے میں تو ارم بھی اے ون ہے۔ کوئی روزہ نہیں چھوڑا نماز اور تراویح بھی سب چل رہا ہے۔ رمضان تک دورہ قران میں بھی اہتمام کے ساتھ شرکت کی ہے۔ مگر عید بھی تو بھرپور منانی ہے۔ امی جان کی اور اس کی بحث چل رہی تھی۔ جو کہ کافی دیر جاری رہی۔

چچی جان اور چچا جان اپنے بچوں سمیت آج افطار کرنے ان کے گھر آ رہے تھے۔ ایک تو دادی جان کی خیریت معلوم کرنا تھی۔ دوسرا سارا رمضان ارم کی ماں سے ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ چچی جان کے آنے سے ارم ذرا دھم توپڑ گئی لیکن منہ بسورے پھر رہی تھی۔

چچی جان چوں کہ ارم کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔ اس لیے اس کے اٹھنے بیٹھنے پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی۔ ارم کی بے زاری کی وجہ سے چچی جان نے امی جان سے پوچھ ہی لیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو امی جان کون سا کوئی بات ان سے چھپا کر رکھتی تھیں جھٹ سے ساری پٹاری کھول دی اور ارم کے جذباتی ہونے کی وضاحت کر دی۔ چچی جان نے غور سے سنا اور کچھ سوچ کر خاموش ہو گئیں۔

کھانے کی میز پہ سب افطاری کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ چچی جان نے براہ راست ارم سے کہا دادی جان کو افطاری دے دی۔ تو اس نے ادب سے اثبات میں سر ہلایا۔

ابا جان نے بھابھی اور بچوں کو پیار کیا اور افطاری کے لیے کہا۔ مرد حضرات نماز ادا کرنا چلے گئے تو کچھ ارم سہیلیاں جو کہ اسی محلے میں رہتی تھیں۔ گھر آئیں۔ خوب چہل پہل اور رونق ہو گئی، نماز سے فراغت کے بعد چچی جان نے بچیوں سے پوچھا کہ عید کے بعد کیا پلان ہیں۔ سب نے اپنی استطاعت بھرے جواب دیے۔ جن میں میوزک سننا 'سیر کے لیے جانا' نئے جوتے' کپڑے اور فیشن کے نئے ڈیزائن پر تبصرہ اور یونیورسٹی کی مختلف تقریبات کی ترتیب کے بارے میں بتایا۔

چچی جان نے پوچھا کہ رمضان کے تم لوگوں پر کیا اثرات ہوئے ہیں؟ اور اس دفعہ رمضان کس طرح گزارا ہے؟ کسی نے کہا روزے سے ایمان تازہ ہوا ہے۔ کسی نے کہا غریبوں کی بھوک پیاس کا اندازہ ہوا ہے۔ غرض ہر ایک نے رمضان سے کوئی نہ کوئی سبق لینا بتایا۔

چچی جان نے سب کو شاباش دی اور کہنے لگیں تم لوگوں کے جو بھی پلان ہیں تم لوگ ضرور اس کو پورا کرو مگر ایک بات یاد رکھو کہ رمضان کا اثر آپ پر باقی ۱۱ مہینوں میں بھی نظر آنا چاہیے۔ روزہ ظاہری طور پر کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رکنے کا ہی نام نہیں بلکہ روزہ تو آپ کے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا کرتا ہے تا کہ آپ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں دنیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض ہوتا ہو تو وہ چھوڑ دیے جائیں۔ اور اپنے نفس کے گھوڑے کو لگام دے سکیں۔ ارم بولی چچی جان! اب ہمارا دل چاہے کہ ہم بہترین لباس اور جیولری پہنیں تو کیا یہ غلط ہو گا؟ فیشن کرنا غلط ہے کیا؟ چچی جان تو یہی چاہ رہی تھی کہ ارم کچھ پوچھے تو وہ اس کو تسلی سے سمجھا سکیں کہ روزے کا اصل مفہوم کیا ہے۔ اور عید پر اور عید کے بعد ہمیں کیسے رہنا ہے۔

چچی جان نے بڑے پیار اور رسان سے ارم کو مخاطب کیا کہ بیٹا! اسلام نے بننے سنورنے سے تو منع نہیں کیا۔

سب کچھ حلال اور جائز ہے مگر کچھ حدود کے اندر۔ اللہ کی قائم کردہ حدود میں رہ کر آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اور دائمی خوشی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

رمضان میں کھانے پینے کی پابندی اصل میں ہماری ٹریننگ ہے کہ ہم نے بعد از رمضان کیسے رہنا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ لوگ عید پر بالکل ایسے پروگرام بنا لیتے ہیں جو دین کے منافی ہوتے ہیں۔ رمضان بھر میں جو نیکیاں کمائی ہوتی ہیں۔ وہ ایک ہی دن میں یا عید کے موقع پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ کوئی بے وقوف ہی اپنی دولت کو لٹاتا ہے۔ عقلمند اپنی نیکیوں کو سنبھال کر رکھتا ہے۔ اللہ نے روزے کا حکم دینے کے بعد فرمایا تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ تا کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ نہیں کہا کہ تم ضرور متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔ روزے کا نتیجہ ہر شخص کی سمجھ بوجھ اور ارادے پر موقوف ہے۔ جو اس مقصد کو سمجھ جائے گا ضرور تھوڑا بہت متقی بن جائے گا۔ اور نہ سمجھے تو بھوک پیاس کی مشقت خواہ مخواہ کاٹی۔

چچی جان کے محبت سے سمجھانے پر ارم کافی حد تک سنبھل گئی تھی اور سمجھ بھی گئی تھی کہ روزے کا مفہوم کیا ہے اور سارا سال اپنے نفس کو قابو میں رکھنا ہے۔

رضائے الٰہی ہی کو تو مقدم سمجھنا ہے۔ چچی جان۔۔۔ یہ کہہ کر وہ ان کے گلے لگ گئی۔ چچی جان نے بھی اپنی ہونے والی بہو کو بہت پیار سے گلے لگایا۔

بہر حال مومن تو اللہ کی حدود میں قید رہنا ہی پسند کرتا ہے۔

اصلاحِ نفس

انعم علی شیخ

اپنے ارد گرد پھیلے اس گھنے سنسان جنگل کو دیکھ کر وہ بد حواس تھی، کیوں کہ اس جنگل کا اندھیرا، اس کی وحشت کو بڑھا رہا تھا۔ وہاں کی خاموشی خوف بن کر اس کی ہڈیوں پر اتر رہی تھی۔ وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی، بچی کچی ہمت سمیٹ کر ننگے پاؤں آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک ایک نوکیلا پتھر اس کے پیر میں اس زور سے چبھا کہ درد کی شدّت سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی گہری گہری سانس لینے پر بھی اس کی سانسیں ہموار نہیں ہو رہی تھیں۔

اس کی چیخ سن کر امی اور فاطمہ دوڑتے ہوئے کمرے میں آئیں، جیسے ہی فاطمہ نے ایک نظر زینب کے حلیے پر ڈالی تو وہ حیران رہ گئی تھی۔ اُس کے کھلے لمبے بال بری طرح الجھے ہوئے تھے، اس کی روشن آنکھیں ایک دم سے بے رونق اور خالی خالی سی ہو گئی تھیں اور اس کا چہرہ یک دم زرد لگنے لگا تھا۔

”پچھلے کئی دنوں سے ایسے ہی خواب آ رہے ہیں، جن کے بعد وہ گھبرا کر اٹھ جاتی ہے، نہ کھانا ٹھیک سے کھاتی ہے نہ بات کرتی ہے، اسی لیے تمہیں بلوایا تھا میں نے۔“ زینب کی امی نے دکھ سے زینب کی حالت کے بارے میں فاطمہ کو آگاہ کیا۔

فاطمہ نے مسکرا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”آپ پریشان مت ہوں، میں دیکھتی ہوں۔“

زینب کی امی کو فاطمہ پر بھروسہ تھا، کیوں کہ وہ دونوں بچپن کی بہترین سہیلیاں تھیں اور اسی بھروسے کو برقرار رکھتے ہوئے وہ کمرے سے جا چکی تھیں، جب کہ زینب خود کو ابھی تک اس خواب سے نہیں نکال پا رہی تھی۔

فاطمہ بیڈ پر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

”تو محترمہ! تمہاری پرسنل ڈاکٹر حاضر ہے، اب اس مرض کا علاج کیا جائے؟“ اس نے ہلکے پھلکے انداز میں بات کی شروعات کی تھی۔

”شاید اب یہ مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔“ زینب آنکھیں موند کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنا خواب سنانے لگی جو پچھلے کئی دنوں سے اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔

فاطمہ کو اس کے لہجے سے جھلکتی مایوسی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے قریب ہو کر زینب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پیار سے کہنا شروع کیا: ”تم جانتی ہو، تم سب کر سکتی ہو زینب! بس تمہیں پتا ہونا چاہیے کہ کرنا کیا ہے۔ یہ خواب تمہارے نفس سے جڑا ہوا ہے، یہ گھٹن در حقیقت تمہارے ضمیر کا بوجھ ہے، یہ تکلیف جو بظاہر ایک پتھر کے چبھنے پر تمہیں محسوس ہوئی یہ تمہاری روح کی تکلیف ہے۔“

زینب نے آہستہ سے آنکھیں کھولی اور کہنے لگی: ”یہ نفس مجھ پر اپنی گرفت مضبوط کر رہا ہے، میں بہت کم زور ہوں فاطمہ! میں اس نفس کے تابع نہیں ہونا چاہتی۔“ اس کی آنکھوں میں جھلکتی نمی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

فاطمہ نے اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتے ہوئے کہا: ”یہ نفس ہم پر تب تک حاوی نہیں آ سکتا جب تک ہم اس کے آگے کم زور نہ پڑ جائیں۔ یہ ایک بے لگام گھوڑے جیسا ہے، بس اس کی لگام میں کسنی پڑتی ہیں۔ مانا نفس کی آزمائش مشکل ہوتی ہے، لیکن تم یہ بھی تو سوچو کہ تم اکیلی نہیں ہو، اللہ ہیں نا تمہارے ساتھ۔۔۔۔ وہ تو بس دیکھ رہا ہے کہ میری بندی میری اطاعت میں کس حد تک جاتی ہے اور تم ابھی سے ہمت ہار بیٹھی ہو۔“ فاطمہ نے اس کے بال سمیٹ کر اسے گویا سمجھانے کی کوشش کی۔

”پر میں کم زور نہیں پڑنا چاہتی، میں اس سے لڑنا چاہتی ہوں، پر کیسے لڑوں؟“ زینب کو جیسے کوئی امید مل گئی ہو۔

”کچھ نہیں کرنا! بس شریعت کے احکامات پر عمل کرنا ہے، شریعت تو آئی ہی نفس کو پامال کرنے کے لیے ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کو دور کرنے میں شرعی احکامات میں سے ایک حکم کو بجالانا، اُن ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے، جو اپنی طرف سے کی جائے۔“

”میں کچھ سمجھی نہیں؟“ زینب نے نا سمجھی سے کہا۔

فاطمہ نے مسکرا کر کہا: چلو ایک مثال سے سمجھاتی ہوں، جیسے زکوۃ کی مد میں سو روپے دینے ہیں، اب اگر ایک بندہ اپنی مرضی سے پورا سال اللہ کی راہ میں ہزاروں روپے خرچ کرے تو اس عمل سے نفس کم زور نہیں ہو گا۔ نفس کو کم زور کرنے لے لیے شریعت کے حکم پر عمل کرنا ہو گا، جو زکوۃ کا صورت میں سو روپے دینے ہیں۔ اس کے علاوہ سنت پر عمل اور کلمۂ طیبہ کی تکرار نفس کو کم زور کر دیتا ہے، کیوں کہ کلمۂ طیبہ کی لَا انسان کے اندر سے سب مٹا دیتا ہے۔

”اچھا! تم مجھے بتاؤ، تم نے سرمہ دیکھا ہے نا؟ وہ در حقیقت ایک پتھر ہوتا ہے، پھر اس کو پیسا جاتا ہے، چھانا جاتا ہے، پھر سے پیس کر چھانا جاتا ہے، یہ عمل کئی بار دہرایا جاتا ہے، اس کے بعد وہ آنکھ میں جا کر جچتا ہے۔ انسان کی مثال بھی ویسی ہے، وہ اپنے نفس کو کچلے گا، نفس پھر سے سر اٹھائے گا، پھر سے اس کو کچل ڈالے اور یہ عمل کئی بار دہرائے، اس کے بعد وہ انسان اللہ کی نظر میں جا کر جچتا ہے۔“ زینب مبہوت ہو کر فاطمہ کی بات سن رہی تھی کہ اچانک وہ فاطمہ کے گلے لگ گئی۔

”الحمد للہ! کہ اللہ نے تم جیسی نیک دوست کا ساتھ دیا مجھے! شاید اب مجھے معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”ہاں! لیکن اگلی بار مفت میں نہیں سمجھاؤں گی۔“ فاطمہ نے ماحول کو خوش گوار بنانے کی کوشش کی۔

زینب کو راستہ مل چکا تھا۔ کبھی کبھی راستے ہمارے سامنے ہوتے ہیں، بس ہمیں خود کو جانچنا پڑتا ہے کہ آیا ہمارا منتخب کیا ہوا راستہ ٹھیک ہے؟

تحفظِ ختمِ نبوت

صائمہ مجید

عقیدہ ختم نبوت کو جاننا اور اس پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

بالکل اسی طرح تحفظِ "عقیدہ ختمِ نبوت" ہر مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

سردار انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تشریف آوری پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو گیا۔ جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک کوئی نبی یا رسول، کوئی شریعت یا کتاب نازل نہیں ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا، کذاب، دجال، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عقیدہ ختم نبوت ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو دینِ اسلام کے اصول اور ضروریاتِ دین میں شامل ہیں۔ عہدِ نبوت سے لے کے آج تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلا کسی تاویل خاتم النبیین ہیں۔ اسی لیے عقیدہ ختم نبوت کو جاننا اور اس پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی جیسے دنیا کے حریص اور شعبدے بازوں نے جھوٹ وفریب اور مکر و دجل سے ہر دور میں قصرِ نبوت میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ قیام پاکستان سے پہلے ہی انگریزوں کے کہنے پر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔ لیکن علمائے اسلام نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور تحریر و تقریر سے مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کو مسلمانوں پر عیاں کیا۔ اور ہر ممکن ذریعے سے اسے جھوٹا، کذاب اور کافر ثابت کیا۔

بیسویں صدی کا آغاز امتِ مسلمہ کے لیے ایک تاریک دور کی حیثیت سے ہوا لیکن اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے امت کو ایسے افراد سے نوازا جنہوں نے اس کفر و طاغوت اور ظلم وجدل کے طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان میں ایک روشن نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔ جنہوں نے تحفظِ عقیدہ ختم نبوت کے کے لیے بھرپور طریقے سے عملی کوشش کی اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی مولانا نورانی ان رہنماؤں میں شامل تھے جنہوں نے آئین میں "مسلمان کی تعریف" شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا "جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔"

اسی طرح علماء کا ایک قافلہ تھا جو اس تحریک "تحفظ ختم نبوت" کو لے کر چلا۔

نوجوانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو علماء کی قیادت میں اس تحریک کا حصہ تھا۔ بہت سے نوجوانوں نے اس کے لیے اپنا خون بھی بہایا اور بعض نوجوانوں نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ ایک طویل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد ۷ ستمبر 1974ء کو وہ دن پہنچا جب قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر دن ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا۔ عبد الحفیظ پیرزادہ نے اس سلسلے میں آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا جسے اتفاقِ رائے سے منظور کیا گیا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمت اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ "مولا! تیری ادا پر قربان جائیں کہ تو نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت کا فیصلہ کسی چوک اور چوراہے پر نہیں بلکہ پارلیمنٹ میں کروایا۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قادیانی آج بھی پاکستانی قانون کے مطابق غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی سازشوں میں مصروف ہیں اور وہ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دے رہے ہیں کہ ہمارا کلمہ، روزہ، نماز تم جیسا ہے پھر فرق کس بات کا ہے؟ اس کا واضح اور دوٹوک جواب یہ ہے کہ "وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی مانتے ہیں۔" خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی کا دعوی نبوت "کفر" ہے۔ اور اس نبوت کو تسلیم کرنا بھی "کفر" ہے۔

آیئے عہد کرتے ہیں! تحفظِ ختم نبوت اپنے بچوں اور نوجوان نسل کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور سنتوں کو زندہ کر کے کریں گے۔ انہیں تحفظِ ختمِ نبوت کے بارے میں آگاہ کریں گے۔ تحفظِ ختمِ نبوت کی باقاعدہ تعلیم دیں گے۔ اپنی تحریر، تقریر، عمل اور اظہار حق و سچ کے بل بوتے پر تحفظِ ختمِ نبوت کو یقینی بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

عید بندگیٔ خدا

فریحہ معراج

"عید کی تیاری کر لی تم نے؟ کیا پلاننگ ہے عید کی؟" نبیلہ نے انیقہ سے میسج پر پوچھا۔

اس سوال کی دیر تھی کہ نبیلہ کا فون انیقہ کے پیغامات کی بوچھاڑ سے جھنجھنا اٹھا۔ گویا وہ اس کے پوچھنے کا انتظار ہی کر رہی تھی۔

"عید کے پہلے دن میں نے اپنی طرف ون ڈش کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ایک تھیم پارٹی ہو گی۔ میں تمھیں تھیم کی تصاویر بھیج رہی ہوں۔ تم اس کے مطابق کپڑوں کا رنگ منتخب کرنا۔" انیقہ نے میسج میں لکھا۔

"اور ہاں میں تمھیں دوسرے گروپ میں شامل کر رہی ہوں وہاں سب کھانے کی ڈشیں طے کر کے نام شامل کر دیں گے۔" نبیلہ انیقہ کا ایک کے بعد ایک پیغام پڑھتی جا رہی تھی۔

"ہم برنچ کا اہتمام کریں گے۔ رمضان کے بعد کھایا کہاں جاتا ہے؟ تو ناشتا اور دوپہر کا کھانا ساتھ ہو جائے گا۔ ہم کھانے سے تو دوپہر میں فارغ ہو جائیں گے بس اس کے بعد کچھ ہلہ گلہ کریں گے۔ گیمز ہوں گی، میوزک ہو گا، آخر میں چائے کے وقت کوئی مووی دیکھ لیں گے۔

بس یہی چھوٹی سی تفریح ہو گی عید کی۔" اس نے مزید لکھا۔

"تم کہیں اور مصروف نہ ہو جانا اب، میری طرف کا پروگرام پکا رکھنا۔ اور ہاں! چاند رات پر بھی ہم کچھ سہیلیاں جمع ہو رہی ہیں۔ تم بھی آ جانا۔ مہندی لگائیں گے اور اگلے دن کے لیے سجاوٹ اور دیگر انتظامات کی تیاریاں بھی کریں گے۔ بہت مزہ آئے گا۔" بالآخر انیقہ نے بات کا اختتام کیا۔

نبیلہ فون ہاتھ میں لیے تذبذب کا شکار بیٹھی رہی۔

نبیلہ کی انیقہ سے دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ دونوں کے مزاج اور گھروں کا ماحول الگ ہونے کے باوجود اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

انیقہ کی دعوت اور عید منانے کے طریقے نے نبیلہ کو شش و پنج میں ڈال دیا تھا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح جانے سے انکار کرے۔ بحیثیت دوست وہ انیقہ کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتی تھی لیکن عید کو اس طرح سے منانا بھی اس کے نزدیک درست نہیں تھا۔

"ایسی کیا بات ہو گئی جو تم اتنی پریشان ہو؟" امی نے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے پوچھا۔

"انیقہ، عید کے موقعے پر سب کو جمع کر رہی ہے لیکن مجھے اس میں غیر ضروری زینت و آرائش، اہتمام، فضول خرچی نظر آ رہی ہے۔ آخری عشرہ تو انھی فضولیات کی تیاری کی نذر ہو جائے گا۔"

نبیلہ نے اپنی امی کے سامنے مسئلہ رکھتے ہوئے بات جاری رکھی

"چاند رات کی عبادات بھی مہندی اور دیگر انتظامات میں ضائع ہو جائے گی۔ عید کے دن زبردستی کھائے جانے والے کھانے کے لیے اتنا طویل اہتمام۔ آپ بتائیے کیا بہانہ کروں نہ جانے کے لیے؟" نبیلہ نے امی سے پوچھا

"کیوں نہ تم اپنی سہیلی کو بھی سمجھاؤ۔ اللہ نے چاہا تو اس کا دل بدل جائے گا" امی نے اپنی رائے پیش کی۔

"امی! جن کو عادت ہو ایسی تفریحات کی انھیں کیسے سمجھا سکتے ہیں۔" نبیلہ قدرے اداسی سے بولی۔

"بیٹی! اپنی سی کوشش تو کرنی چاہیے۔ ہدایت دینے والی ذات اللہ کی ہے" امی نے کہا "میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی سہیلیوں کو افطاری کی دعوت دو۔ ہم افطار کے بعد ایک مختصر اور جامع گفتگو کا اہتمام کریں گے۔ نورین خالہ کی گفتگو میں اللہ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔ میں ان شاء اللہ ان کو بھی بلاوا دے دوں گی" امی نے اپنی سہیلی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

نبیلہ کو مشورہ اچھا لگا اس نے انیقہ سمیت کچھ اور سہیلیوں کو افطار کی دعوت پر بلایا اور ادھر امی نے نورین خالہ کو بھی دعوت دے ڈالی۔ ساتھ ہی مقصد سے بھی آگاہ کر دیا۔

سادہ سے افطار کے بعد سب نے مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد نبیلہ اور اس کی والدہ نے گھر کے بنے ہوئے سادہ لیکن لذیذ کھانے سے سب کو محظوظ کیا۔

انیقہ حیران تھی کہ آج کھانے کا لطف زیادہ کیوں آیا؟ حالاں کہ اپنے گھر میں تو وہ کھانا کھانے کی عادی بھی نہ تھی۔ نہ ہی یہاں کھانے میں ڈشوں کی بھرمار تھی۔ جب اس نے اس بات کا اظہار کیا تو موقع غنیمت جان کر نورین خالہ نے بات کا آغاز کیا۔

"پیاری بچیو! جب ہم اپنے خالی معدے کو یکایک ثقیل غذا سے بھر لیتے ہیں تو نہ صرف ذائقہ زائل ہو جاتا ہے بلکہ طبیعت پر بوجھ محسوس ہوتا ہے جس سے نماز کی ادائیگی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو سحری کے وقت تک بھی پیٹ بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن ہم پھر بھی زبردستی خوب بھر بھر کر غذا معدے میں ڈالتے ہیں۔" نورین خالہ نے یہ کہہ کر وقفہ لیا۔

"بات تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن نہ کھائیں تو بھوک لگنے کا ڈر لگا رہتا ہے" انیقہ نے کہا۔

"روزہ تو نام ہی بھوک برداشت کرنے کا ہے۔ خدا پورا مہینہ ہماری روح اور جسم کو تمام کثافتوں سے پاک کرتا ہے لیکن ہم اگلے ہی روز بلکہ اسی رات یعنی چاند رات سے ہی تمام جسمانی اور روحانی عبادات کو پس پشت ڈال کر غل غپاڑہ کرنے لگتے ہیں۔ نمازوں سے غفلت، فضولیات میں وقت کا ضیاع کرتے ہیں۔" تمام بچیاں خاموشی سے بات سن رہی تھیں۔ خالہ نے بات جاری رکھی۔

"عید پر بھی ہم نہ صرف کھانے کا ایک طویل غیر ضروری اہتمام کرتے ہیں بلکہ اپنے معدے کو ناحق تکلیف دیتے ہیں۔ رمضان کا اصل مقصد تو ہم بھلا دیتے ہیں یا شاید سمجھتے ہی نہیں۔" خالہ نے نرم لہجے میں کہا۔

"اللہ عید کی سعادت سے نوازتا ہے لیکن خوشی منانے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ حدود سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ ہمیں چاہیے اللہ اور اس کے رسول کو ناخوش کرنے والے کاموں سے اجتناب کریں۔ اپنے نفس کا جائزہ لیں اور عید کو ایک اچھے مسلمان کے طور پر منائیں نہ کہ ایک ایسے مسلمان کی مثال بنیں جس نے رمضان سے کوئی فیض حاصل نہ کیا ہو۔" خالہ نے محسوس کیا کہ شاید سب کو ان کی بات یکساں اچھی نہ لگی ہو۔ گو کہ ان کا انداز بہت محبت آمیز تھا لیکن وہ پر امید تھیں کہ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی بات اثر کرے گی۔

نبیلہ کی امی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سب نے ان کی تقلید کی۔ خالہ نے جامع اور پر اثر دعا کی۔ رمضان کے بعد بھی نیکی پر ڈٹے رہنے کی ہدایت طلب کی۔ عید کو خداوند کریم کے اصولوں کے مطابق منانے کی دعا کی۔

سب کی آمین پر خالہ نے تہ دل اور نم ناک آنکھوں سے آمین کہا۔

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹرا ساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

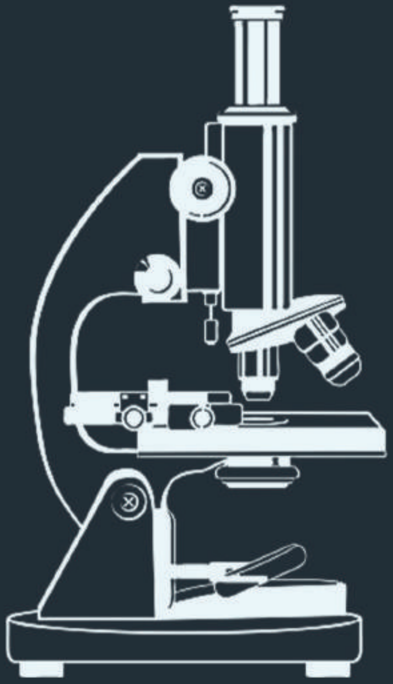

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی PSO پمپ سے متصل کراچی۔

خوابوں کی دنیا

قانتہ رابعہ

بند آنکھیں دونوں ہاتھوں سے ملتے ہوئے طلحہ کمرے سے باہر آیا تو اس پر عجیب سی سستی اور کاہلی سوار تھی۔

امی باورچی خانے میں کھانا پکانے میں مصروف تھیں ان کے چھوٹے بھائی نے قرآن مجید حفظ کیا تھا وہ سیدھا وہیں پہنچ گیا۔

امی آج اپنے پیارے بھائیوں اور بھابھیوں کی دعوت کے لیے طرح طرح کے کھانے بنا رہی تھیں اور قورمہ پلاؤ زردے کی خوشبو باورچی خانہ سے باہر آ رہی تھی۔

کھانے کی خوشبو سے بھی طلحہ کے چہرے پر ویسے ہی بے زاری نظر آ رہی تھی۔

امی جان نے چاولوں کو دم پر رکھا اور باہر آ کر صوفے پر بیٹھ کر پسینہ خشک کرنے لگیں۔

طلحہ نے دھم سے امی کی گود میں سر رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہنے والے طلحہ کو یوں دیکھ کر باجی نمرہ بھی قریب آئیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں ٹھیک تو ہو؟"

طلحہ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ایک دم سے اس نے گود سے سر نکالا اور کہنے لگا۔

"امی میں نے ابھی بہت عجیب خواب دیکھا ہے ایک بہت لمبے قد کی عورت جس نے سبز رنگ کے کپڑے اور کالے رنگ کی جوتی پہنی ہوئی ہے ایک چھوٹے سے بونے بچے کے ساتھ ہمارے گھر میں مانگنے کے لئے آئی ہے اور"

دھڑ سے دروازہ کھلا اور امی جان، نمرہ باجی کے ساتھ طلحہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

دروازے پر لمبی، بہت لمبی عورت جس نے سبز رنگ کا سوٹ اور کالا جوتا پہنا ہوا تھا ایک چھوٹے سے قد کا موٹا بچہ اس کے ساتھ تھا، اندر داخل ہوئی۔

طلحہ کو جیسے کرنٹ لگا اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف تھا وہ ہکلا رہا تھا۔

"امی یہی والی بالکل یہی عورت انہی کپڑوں میں اسی چھوٹے بچے کے ساتھ خواب میں دیکھی تھی"

امی بھی بہت حیران تھیں لیکن انہوں نے پہلے اس عورت کو کچھ رقم دی دروازہ بند کیا اور طلحہ کے پاس آئیں۔

طلحہ ابھی بھی حیران پریشان تھا۔

"یہ کیا ہوا؟ میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا یہ کون تھی؟ وہ امی سے پوچھ رہا تھا۔"

امی مسکرائیں

"اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے یہ خواب تھا اور بہت سے لوگوں کے خواب سچے ہوتے ہیں وہ جو دیکھتے ہیں سارے تو نہیں لیکن کچھ خواب ویسے ہی سامنے آتے ہیں جو دیکھا ہوتا ہے۔

کیا واقعی؟ ایسے ہو سکتا ہے مگر کیسے؟" طلحہ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"بیٹا بات یہ ہے کہ جیسے دنیا کے علوم ہیں سائنس، جغرافیہ، حساب وغیرہ اسی طرح خواب بھی علم ہے اس میں اللہ رب العزت آنے والے وقت کے اچھے یا برے حالات سے پہلے ہی آگاہ کر دیتے ہیں لیکن خواب کی تعبیر ہر کسی کو نہیں پتا ہوتی اور یہ بھی کہ کچھ خواب انتہائی من گھڑت قسم کے ہوتے ہیں کچھ اچھے۔ برے ملے جلے جیسے لوگ بہت فضول قسم کے بھی ہوتے ہیں اور نیک بد بھی،، امی جان نے کہا اور دوبارہ باورچی خانے میں چلی گئیں کیوں کہ مہمانوں کے آنے کا وقت ہو چکا تھا لیکن طلحہ قدرت کے اس بھید بھرے علم پر حیرت سے گنگ تھا اور اسے اس طرح بیٹھا دیکھ کر نمرہ باجی بولیں۔

" طلحہ بھائی مجھے تو یہ بھی پتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بچپن میں ایک خواب دیکھا تو ان کے ابو نے سختی سے منع کیا کہ یہ خواب کسی کو نہیں بتانا۔"

"وہ کیوں؟" طلحہ پریشان ہوا۔

" اس لیے کہ برا خواب دیکھیں یا اچھا، عام لوگوں کو بتانے سے منع کیا ہے۔ برے خواب میں تو جیسے برا دیکھا ہوتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے البتہ اچھے خواب سے لوگ حسد کر سکتے ہیں"

نمرہ باجی اسے دادی جان کے پاس لے گئیں اور بولیں۔

آؤ ہم دادی نے سے پوچھتے ہیں وہی بتائیں گی کہ کیا برے خواب سے بچنے کی کوئی دعا ہے۔

اچھے خواب دیکھیں تو کیا کرنا چاہیے اور یہ کہ اچھا خواب ہر کسی کو سنانے سے کیوں روکا گیا ہے۔

بڑے بڑے قدم اٹھاتا دادی جان کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا اسے تو بس سکول میں پڑھنے والے علم کا ہی پتا تھا اس کو تو معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں کتنے بے شمار علوم ہیں بے اختیار اسے قاری صاحب کی سکھائی جانے والی دعا رب زدنی علما یاد آئی جسے پڑھتا ہوا وہ دادی جان کے کمرے میں داخل ہو گیا اب اس کے دل میں یہی خواہش تھی کہ اسے دنیا کے ساتھ دین کا علم بھی حاصل کرنا ہے اور قرآن مجید بھی ترجمہ کے ساتھ پڑھنا ہے تاکہ اسے بھی پتا چلے کہ وہ کونسی دین کی باتیں ہیں، جن کا اسے علم ہی نہیں۔

قعقاع کی آواز

بنتِ تاجور

خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری، جواں مردی، برق رفتاری، زود فہمی، شعلہ نوائی اور دشمن پر ماہرانہ حملہ آوری کا مشاہدہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

"لشکر میں قعقاع کی آواز ایک ہزار افراد پر بھاری ہے۔"

ان صحابیٔ رسول ﷺ کا نام "قعقاع بن عمرو التیمی" تھا۔ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کے ایک عظیم جرنیل، تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتِ اسلامیہ کے بطلِ جلیل، میدانِ جنگ کے ایک بہادر شہسوار، جرأت، شجاعت، عظمت اور دینی حمیت کا قابلِ رشک نمونہ، مشکل ترین لمحات میں لشکرِ اسلام کے کام آنے والے ایک تجربہ کار اور بہادر جنگ جو اور برق رفتاری سے مدِّمقابل پر چھاجانے والے ایک قوی ہیکل مجاہد تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیارے نبی ﷺ کے زمانے میں تو اپنی بہادری اور جنگی مہارت کے جوہر دکھانے کے خاص مواقع میسر نہ آسکے، کیوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاخیر سے صاحبِ ایمان ہوئے تھے، البتہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ قادسیہ، جنگِ نہاوند اور مرتدین کے خلاف ہر جہاد اور معرکے میں جنگی مہارت کے ایسے ان منٹ نقوش چھوڑے جو تاریخِ اسلام میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح ایران میں لشکر کے ایک حصے کے سالار اور جنگِ حیرہ میں چھاؤنی کے سالار رہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ یرموک، جنگِ قادسیہ، جنگِ مدائن، جنگِ نہاوند اور حروبِ ارتداد میں دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش جزیرۂ عرب نما ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلۂ بنو تمیم سے تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قبیلے کے ساتھ ممکنہ طور پر احنف ابن قیس کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ ذات السلاسل (زنجیروں کی لڑائی) یا فتح ابلہ میں حصہ لیا۔

پیارے بچو!

یہ پہلا موقع تھا، جس میں مسلم افواج نے اپنی سرحدیں بڑھانے کی کوشش کی۔ یہ جنگ خلافتِ راشدہ اور ساسانی فارسی سلطنت کے درمیان لڑی گئی تھی۔ جنگِ ردہ کے ختم ہونے کے فوراً بعد کاظمہ (موجودہ کویت) میں لڑی گئی اور مشرقی عرب خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں متحد ہو گیا۔

دورانِ جہاد ایک موقع پر جب حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ساسانی چیمپیئن ہرمز سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا تو قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لیے دوڑ پڑے، پھر حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمزان اور اس کے محافظوں پر قابو پالیا اور ہرمزان کے ساتھ ان تمام ساسانی سپاہیوں کو مار ڈالا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس جنگ کے دوران حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "ہم نے ہرمزان کو غصے سے روند دیا۔۔۔"

خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر بن الخطاب نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگِ قادسیہ میں حصہ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ پہلے دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستے دوپہر کے وقت میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔ پہنچنے سے پہلے حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوجوں کو کئی چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا اور انھیں ایک کے بعد ایک میدانِ جنگ میں آنے کی ہدایت کی، جس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ بڑی کمک (فوج) پہنچ رہی ہے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوصلے بلند کرنے اور اپنے ساتھیوں کو اس جگہ تک پہنچانے میں مصروف تھے۔ فارسی فوج کے ہاتھی مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ اس گھمبیر مسئلے کو حل کرنے کے لیے حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھیوں کا جواب ایجاد کرنے کی ایک زبردست تدبیر لڑائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے اونٹوں پر کالے جھول (چادر) ڈال کر ان کا حلیہ بدل دیا کہ وہ عجیب طرح کی بلا یا عفریت نظر آتے تھے۔ ان "خوف ناک کالے دیو" کو ساسانی محاذ کی طرف لے جایا گیا اور انھیں دیکھ کر ساسانی گھوڑے بدکنے لگے اور مُڑ کر بھاگ گئے۔ ساسانی گھڑ سوار فوج کی بے ترتیبی کے ساتھ، بائیں اور مرکز میں فارسی پیادہ بے نقاب اور کم زور ہو گئی۔ فارس کی فوج کو شکست دینے کے بعد قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا تعاقب کیا اور فارسی جنرل بہمن کو مار ڈالا۔ اگلے دن جب جنگ دوبارہ شروع ہوئی تو حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو کے ایک گھڑ سوار دستے کی قیادت کی۔ اس دن بعد میں مسلمانوں کے لیے صورتِ حال سنگین ہو گئی، باوجود اس کے کہ ہاتھیوں کے دستے کو پہلے ہی ختم کر دیا گیا تھا، کیوں کہ ساسانیوں نے اس سے بھی زیادہ وحشیانہ لڑائی لڑی، جس کے نتیجے میں حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی رشتہ دار حضرت خالد بن یامر التمیمی رات کو شہید کر دیے گئے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلم فوج کو دوبارہ متحرک کرنے کی پہل کا کام سونپا گیا۔ جنگ کے تیسرے دن طلوعِ آفتاب کے وقت لڑائی ختم ہو گئی تھی، لیکن لڑائی ابھی تک بے نتیجہ تھی۔ جلولہ مہران کی جنگ کے دوران ایک کھلے میدان میں اپنی فوجیں مصروف تھیں، حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگی چال چلانے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے گھڑ سوار فوج کے ایک مضبوط دستے کو اپنے سب سے نامور گھڑ سوار اور کمانڈر حضرت قعقاع ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت روانہ کیا، تاکہ اس پُل پر قبضہ کر سکیں۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھڑ سواروں کے ساتھ فارسی کے عقب میں ٹھہر گئے۔ اس طرح ساسانی فوج پھنس گئی اور نتیجہ میں بھگا دی گئی، یوں عراق اور شام پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

جلولہ کی مہم ختم ہونے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے اور ایک فوجی عہدے پر فائز رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔!!

خوب صورت بات

فاکہہ قمر

سورج کی تپش کم ہوتے ہی آسمان صاف ہو گیا تھا اور ہر سو سکون اور چہل پہل نظر آ رہی تھی۔

اگست کے مہینے کی ایک گرم شام میں سب بچے بڑے باہر نکل آئے تھے۔

فیضان بھی اپنے اسکول کا کام جلد از جلد ختم کر کے گھر کے قریبی پارک کی جانب دوڑ گیا تھا۔

روز شام کو سوسائٹی کے سب بچے بڑے پارک میں چہل قدمی اور تفریح کے لیے آتے تھے۔

فیضان کا کوئی بہن بھائی نہیں تھا وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا، پارک میں محلے کے ہر عمر اور سائز کے بچے موجود ہوتے تھے اس لیے فیضان خوشی خوشی یہاں آتا اور اس کی امی بھی راضی وخوشی پارک میں کھیلنے کی اجازت دے دیتیں۔

"اوئے، ادھر آ۔ پارک میں"

دس سالہ عدنان اپنی ٹیم کا کیپٹن بنا سب پر رعب جھاڑ رہا تھا۔

عدنان کو اس علاقے میں آئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا، اس کی زبان بہت تیز تھی۔ یہ اکثر اوقات اپنے ہم عمر بچوں کو گالیاں دیتا اور ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا۔ پارک میں موجود اکثر بچے عدنان کو پسند نہیں کرتے تھے اور اس کی زبان کے شر سے پناہ مانگتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ برا وقت پوچھ کر نہیں آتا اور انسان اپنے ارد گرد کے ماحول سے ہی سیکھتا ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں کے باعث فیضان چند دن اپنے ماموں جان کے گھر رہنے کے لیے گیا۔ جہاں اس کے ہم عمر کزن بھی تھے، سب بچوں نے مل کر خوب موج مستی کی لیکن فیضان کے ماموں کچھ الجھے اور خاموش تھے۔ رات کو کھانے کی میز پر بھی سب نے ان کی خاموشی کو محسوس کیا۔ کھانے سے فراغت پر فیضان کے ماموں نے اس کی امی کو بتایا۔

"بہن، مجھے بچے دکھ اور تکلیف کے ساتھ آپ کو یہ بات بتائی پڑے گی کہ فیضان کا لہجہ اور زبان بہت گندی ہو گئی ہے، آج کھیل کے دوران میں نے سنا۔ اس نے بہت بدتمیزی سے اپنے کزن کو بلایا اور پھر گالی بھی دی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس چیز کا عادی ہے یہ نئی بات نہیں ہے۔"

ماموں نے دکھ اور کرب کے ساتھ اپنی بہن کو سارا معاملہ بتایا۔ فیضان کی امی بیٹے کے بارے میں یہ سب سن کر خود حیران و پریشان رہ گئی تھیں۔

"بھائی جان! آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے فیضان کی ہمیشہ اچھی تربیت کی ہے لیکن نہ جانے کہاں کمی رہ گئی ہے۔ آپ ہی بتائیں اب کیا کریں؟" فیضان کی امی اس کے بارے میں بے حد فکر مند تھیں۔

"میرے پاس ایک ترکیب ہے، آپ بس دعا کریں کہ یہ کام کر جائے۔"

ماموں جان نے فیضان کی امی کو مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

اگلے دن سب گھر والے لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ ماموں جان یک دم گویا ہوئے۔

"بڑا ہی کوئی بدتمیز انسان ہے یہ۔" ماموں جان نے موبائل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"کون، کس کی بات کر رہے ہیں بھائی جان؟" فیضان کی امی نے اپنے بھائی سے پوچھا۔

"ارے! یہ ہمارے سرکل میں ایک لڑکا ہے لیکن بہت بدتمیز ہے۔" ماموں جان نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"ایسا بھی کیا کرتا ہے؟" فیضان کی مامی جان نے پوچھا۔

"ارے یہ گالیاں دیتا ہے اور گندی زبان استعمال کرتا ہے۔ ہر کسی کو بدتمیزی سے مخاطب کرتا ہے۔" ماموں جان نے کن اکھیوں سے فیضان کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ سب بچے مکمل طور پر بڑوں کی باتوں کی جانب متوجہ تھے۔

"اوہ توبہ استغفار۔" فیضان کی امی نے باآواز بلند استغفار پڑھا۔

"یہ تو بہت ہی غلط بات ہے۔" فیضان کے کزن احمد نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ فیضان سب کی باتیں غور سے سن رہا تھا، اس کے چہرے پر بیک وقت کئی رنگ آ کر گزر رہے تھے۔ وہ سب کے رویوں کے پیش نظر اپنا محاسبہ بھی کر رہا تھا۔

اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے، ہمارے پیارے نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیوں لعنت بھیجے گا؟ (یعنی ایسا بدنصیب کون ہوگا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری ۵۹۷۳)

سب کی توجہ کو دیکھتے ہوئے ماموں جان نے موقع کی مناسبت سے پیاری نبی کی پیاری حدیث سنائی۔

سب بچے حیران ہو رہے تھے جب کہ فیضان کا سر جھکا ہوا تھا اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات یہ بتا رہے تھے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہے۔

"بے شک انسان خطا کار ہے لیکن بہترین انسان وہی ہے جو اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے۔"

بچوں کو سمجھانے اور فیضان کے ارادے کو پختہ کرنے کے لیے ماموں جان نے آخر میں ایک خوبصورت بات کہی۔

عید آئی ہے خوشی مناؤ

یاسر فاروق

یارو آؤ دھوم مچاؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
روزے کا انعام ہے یہ — خوشیوں کا پیغام ہے یہ
جھومو، اچھلو، ناچو، گاؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
ہاتھ میں لے کر ہاتھ چلیں — سب کو لے کر ساتھ چلیں
روٹھ گئے جو ان کو لاؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
کھانے خوب مزے کے کھائیں — امی دستر خوان سجائیں
پکی ہے دم بریانی کھاؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
چم چم میٹھی چچا لائے — پھوپھا کھیر اٹھائے آئے
نو نی نکلو ملنے آؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
دیکھو تو ہٹ کر بیٹھے — چاٹ چناچٹ کر بیٹھے
لگا تھا شانی کا پھر داؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ
ارسل، اسجد، یاسر بھائی — پورے سال کے بعد ہے آئی
اپنے کھلونے ذرا دکھاؤ — عید آئی ہے خوشی مناؤ

صبر اور دعا کا پھل

شبیر احمد

کاشان پانچویں جماعت کا طالب علم تھا کہ اچانک لکنت کا شکار ہوا۔ شروع میں سب ٹھیک رہا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ لکنت بڑھتی گئی۔ اسکول میں، محلے میں ہر جگہ اس کے ہم عمر بچے اس کا مذاق اڑاتے، مگر وہ کبھی غصہ نہ ہوا۔ میٹرک تک تعلیم مکمل کرلی پر آگے اسے اپنا مستقبل تاریک دِکھائی دے رہا تھا، کیوں کہ اسے معلوم ہو گیا کہ ہمارا معاشرہ کسی کے ادھورے پن پر کس قدر خوش ہوتا ہے۔ اپنے ہوں یا بیگانے اس کی لکنت کا مذاق اڑاتے رہتے تھے، مگر اس کی ماں اسے ہمیشہ حوصلہ دیتی۔

ایک روز اس کی ماں نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا: ”بیٹا! میری بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنا کہ اللہ پاک نے اس بزمِ ہستی میں کسی کو ادھورا نہیں بنایا۔ ہر شخص میں ایک چھپی ہوئی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور آپ میں بھی وہ صلاحیت موجود ہے، بس ضرورت ہے تو ایک استاد کی جو مناسب وقت پر تمہاری اس پوشیدہ صلاحیت کو نکھار کر سامنے لائے گا اور تم کام یاب انسان بنو گے۔“ کاشان اپنی ماں سے تعجب بھرے لہجے میں مخاطب ہو کر بولا: ”پیاری امی جان! کیا میں اپنی پوشیدہ صلاحیت کو خود تلاش نہیں کر سکتا؟“ ماں مسکراتے ہوئے بولی: ”بیٹا! منزل کو پانے کے لیے مختلف دشوار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے اور ایک سہل راستہ بھی ہوتا ہے، اگر ایک راہنما ہو تو انسان اپنی منزل کو پالیتا ہے، ورنہ وہ بھٹک جاتا ہے۔“ کاشان دل ہی دل میں ہر وقت سوچتا رہتا کہ مجھ میں کیا خاص ہو گا؟ آج لکنت کے شکار نوجوان کو کون موقع دیتا ہے، جب بے روزگاری نے ہر طرف اپنے ڈیرے ڈالے ہوں۔

وقت گزرتا گیا، کاشان نے محنت کی، کبھی کسی بد خصلت کا شکار نہ ہوا اور اللہ پاک سے دعا کرتا رہا کہ اسے اس لکنت سے نجات دلائے اور اسے زمانے میں قابلِ احترام بنائے۔ گریجویشن مکمل کی اور ایم۔اے اردو میں داخلہ لیا اور یہ اس کی زندگی میں ایسی بہار ثابت ہوا، جس کی خزاں نہیں تھی، پھر اس نے قلم سے رشتہ جوڑا اور مضامین لکھنے شروع کیے۔ ایم۔اے اردو کی ڈگری مکمل کی اور اب اس کا شمار ایک کام یاب رائٹرز میں ہوتا تھا۔ بچوں کو پڑھانے کی جانب قدم بڑھایا جو کہ مشکل تھا، مگر اسے خود پر بھروسا تھا کہ میں اس لکنت کو باآسانی شکست دے سکتا ہوں اور اس نے ایسا کر دکھایا۔ اب وہ بلند حوصلے کے ساتھ کلاس میں داخل ہوتا اور عام اساتذہ کی طرح بغیر لکنت کے پڑھاتا، کبھی کبھارا گر کسی لفظ یا جملے پر لکنت ہو بھی جاتی تو بچے کبھی مذاق نہیں اڑاتے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ کاشان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ ایم۔فِل اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری مکمل کرتے ہی ڈاکٹر کاشان احمد کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ایک پرائیوٹ اسکول میں پڑھانے کے ساتھ اپنی محنت جاری رکھی اور کئی کتابوں کا مصنّف ہونے کے ساتھ ساتھ وہ صدرِ معلّم کے عہدے پر فائز ہونے میں کام یاب ہوا۔ زندگی میں وہ سب حاصل کرتا جا رہا تھا، جس کی تمنّا اس نے کی تھی اور اسے ماں کی وہ بات آج بھی یاد تھی کہ ”ہر کام یاب شخص کی ترقی کا راز استاد کی محنت میں پوشیدہ ہوتا ہے۔“

آج جب وہ خود کو دیکھتا ہے کہ اس مقام تک کیسے پہنچا؟ تو اسے ہر دور میں اپنے اساتذہ کی محنت یاد آتی ہے، کیوں کہ قلم کی راہ پر چلانے والا اس کا استاد تھا، ایک کام یاب معلّم بنا تو اس استاد کی وجہ سے، جس نے اسے حوصلہ دیا کہ یہ سب انسان کے ذہن کا خمار ہے، لکنت کچھ نہیں ہوتی، اگر آپ پر عزم ہیں اور کچھ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو آپ اس پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ استاد ہی تھا جس کی زیرِ نگرانی ڈاکٹر کاشان ایک کام یاب ادیب بنا اور وہ استاد کی محنت ہی تھی، جس کی وجہ سے آج وہ صدرِ معلّم کے عہدے پر فائز ہوا۔

وقت گزر جاتا ہے، چاہے مایوسی میں ہو یا محنت میں، مایوسی کا انجام مایوس کُن ہوتا ہے اور محنت اور صبر کا پھل ملتا ہے۔ اپنے ارد گرد ان بچوں کو دیکھیں جو باصلاحیت تو ہیں، مگر راہ نمائی سے محروم ہیں، جن کی کسی کم زوری پر لوگ ہنستے ہوں، جب کہ وہ کم زوری نہیں، وہ احساسِ کم تری ہو، کیوں کہ انسان جیسا سوچتا ہے، ویسا ہی بُت اس کے سامنے بنتا ہے۔ بے شک اللہ پاک کبھی کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔ صبر اور دعا کا پھل ضرور ملتا ہے۔

پوسٹ آفس

مہوش اشرف

پرانے وقتوں کا ذکر ہے، ایک چھوٹے سے گاؤں میں جو پہاڑیوں اور بہتی ہوئی ندیوں کے درمیان واقع تھا، اذلان نام کا ایک لڑکا اپنی دادی کے پاس چھٹیاں گزارنے آیا، اُس کے سالانہ امتحانات مکمل ہو چکے تھے اور اب وہ کچھ نیا کرنے کے لیے پر جوش تھا کیوں کہ وہ ایک متجسس لڑکا تھا، ہمیشہ ایڈونچر اور سیکھنے کے لیے نئی چیزوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک دن، اس نے اپنی دادی کے ساتھ گاؤں کے پوسٹ آفس جانے کا فیصلہ کیا تاکہ دادی اپنی بہن کو ایک خط پوسٹ کر سکیں جو دور رہتی تھیں۔

جیسے ہی وہ پوسٹ آفس میں داخل ہوئے، اذلان اندر اور باہر آنے والے لوگوں کی ہل چل دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پوسٹ ماسٹر، ایک دوستانہ بوڑھے آدمی تھے جن کی سفید داڑھی تھی، انہوں نے گرمجوشی سے اِن کا استقبال کیا اور انہیں لکڑی کے کاؤنٹر پر خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد پوسٹ ماسٹر نے ایک بڑا لیٹر پیڈ نکالا اور احتیاط سے خط کی تفصیلات لکھیں، جس میں وصول کرنے والے کا نام، پتا اور ڈاک کا خرچ بھی شامل تھا۔

جب پوسٹ ماسٹر نے خط کو پیمانے پر رکھا تب اذلان نے حیرت سے دیکھا ساتھ ہی پوسٹ ماسٹر نے اس پر ایک ڈاک ٹکٹ چسپاں کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ خط اُس کی دادی کو واپس کر دیا، جنہوں نے اسے کاؤنٹر پر ایک لکڑی کے ڈبے میں رکھا جس کا لیبل "آؤٹ گوئنگ میل" تھا۔

اذلان اس سارے عمل سے حیران اور خوش دکھائی دے رہا تھا، اس نے پوسٹ ماسٹر سے پوچھا کہ کیا وہ آنے والی میل کو ترتیب دینے میں اس کی مدد کر سکتا ہے؟ پوسٹ ماسٹر نے قہقہہ لگایا اور اسے خطوط اور پارسلوں سے بھری ٹوکری دے دی۔ اذلان نے بے تابی سے خطوط کو ترتیب دیا، مختلف ہینڈ رائٹنگ میں لکھے گئے پتوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔

جب وہ خطوط کو چھانٹ رہا تھا تو اذلان نے دیکھا کہ ایک آدمی ڈاک خانے میں داخل ہوا، اس کے پاس خطوط کا ایک بڑا بنڈل ربن سے بندھا ہوا تھا۔ یہ آدمی ڈاک کا کام کرنے والا تھا، جو دوسرے گاؤں سے ڈاک خانے کو خط پہنچانے کے لیے آیا تھا۔ اذلان نے دیکھا کہ پوسٹ ماسٹر احتیاط سے خطوط کو ترتیب دے رہا ہے، اور ہر ایک کو وصول کنندہ کے نام کے لیبل والے کبوتر کے سوراخ جیسے بنے بکس میں رکھ رہا ہے۔

جب وہ پوسٹ آفس سے نکل رہے تھے تو اذلان کی دادی اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں، "اذلان! تم جانتے ہو خطوط بھیجنا اور وصول کرنا ہمارے اپنے پیاروں سے رابطے میں رہنے کا بہت اہم حصہ ہے، جو دور رہتے ہیں۔ اور یہ پوسٹ ماسٹر اور میل کیریئرز کی محنت کی بدولت ہے کہ ہم ایسا کرنے کے قابل ہیں۔"

اس دن سے، اذلان اکثر اپنی دادی کے ساتھ پوسٹ آفس جاتا اور مختلف کاموں میں پوسٹ ماسٹر کی مدد کرتا۔ اس نے جان لیا تھا کہ خطوط کو صرف میل باکس میں ڈالنے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے، اور اس نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر محنت اور لگن سے کام میں ذہانت سے ہاتھ بٹا کر خوب تعریف حاصل کی، جنہوں نے یہ سب ممکن بنایا۔ یوں اذلان کی یہ چھٹیاں یادگار گزریں اب شہر جا کر دوستوں کو قصے سنانے کی باری تھی جس کے لیے وہ بہت پر جوش تھا۔

درد

نمرہ امین

کسی بھی درد کا ساتھ انسان کی زندگی میں چولی دامن کے ساتھ جیسا ہوتا ہے۔ جب ایک بار درد مل جائیں تو وہ کبھی بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور آخری سانس تک آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ کسی بھی درد کے ساتھ جینا انسان کی روح تک کو گھائل کر دیتا ہے۔ خواہ کیسا بھی درد ہو، وہ انسان کو چور چور کر دیتا ہے اور اس درد کے سہارے انسان اپنی پوری زندگی گزار دیتا ہے۔

درد کتنی طرح کے ہوتے ہیں؟

اپنوں کو کھونے کا یا ان سے دور جانے کا درد، شدت سے چاہ کر چھوڑ جانے کا درد، دل کے بار بار ٹوٹ کے بکھر جانے کا درد، لوگوں سے وابستہ امیدوں کے ٹوٹنے اور ان کے کیے گئے برے رویوں کا درد۔ بے شمار درد جو انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح ختم کر کے کھوکھلا کرتے جاتے ہیں۔ درد کے سہارے جینے والا انسان بہت تنہا اور خاموش ہو جاتا ہے۔ اس کو خود کی ہی زندگی بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔ بعض دفعہ وہ خود سے اس قدر تنگ آ جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا خاتمہ تک کر لیتا ہے یا زندگی ختم کرنے کی کوشش اور سوچ میں مبتلا رہتا ہے۔

زندگی کا یہ درد ایسا ہوتا ہے جو انسان کو ہنسنا، خوش رہنا، پیار کرنا، سب بھلا دیتا ہے۔ نہ ہی وہ ان سب کی اپنے لیے کسی سے امید بھی کرتا ہے۔ وہ خود کو بس اپنی تنہائی تک محدود کر کے اپنی زندگی کے دن گزارتا رہتا ہے۔ انسان جب سے دنیا میں آتا ہے تو دکھ، درد، غم، خوشی سب اس کے ساتھی بن جاتے ہیں اور وقفے وقفے سے کسی نہ کسی ساتھی سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ بعض اوقات یہ درد اس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا کوئی نعم البدل ہی نہیں رہتا اور تب انسان کانچ کے ٹکڑوں کی طرح ایسا ٹوٹ کے بکھرتا ہے کہ زندگی بھر دوبارہ کبھی جڑ نہیں پاتا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے درد کی شدت و انتہا اس کو کبھی پر سکون، خوش مزاج اور بارونق انسان بنا ہی نہیں پاتی ہے۔ وہ پتھر کی بے جان مورتی بنے ہوئے بس اپنی زندگی جیتا رہتا ہے۔

دنیا کا ہر درد اپنی جگہ ہے لیکن جب تنہائی میں بیٹھے آپ کو اپنے انتہائی عزیز اس انسان کی یاد اور کمی محسوس ہو، جو آپ کو اپنی جان سے پیارا ہو، پوری دنیا سے بڑھ کر ہو، آپ کے دل کے بہت قریب ہو آپ کی محبت، چاہت، آرزو، سب اسی سے وابستہ ہو تو اس انسان کے بچھڑنے سے ملے ہوئے درد کا کوئی بھی مرہم نہیں ہوتا۔ ایسا وقت، ایسا درد ہمیں بالکل قیامت کے سماں کی طرح خوفناک محسوس ہوتا ہے اور ہم اس پل میں اس قدر، اس شدت سے چلا کر خود کو نڈھال کر لیتے ہیں کہ ہماری آنکھوں سے بہتے اشکوں کی صورت برستی ہوئی بارش کی ہر بوند خشک ہو جاتی ہے۔ ہماری آنکھیں خشک اور دل بنجر ہو جاتا ہے اور بس ہم اپنے درد کے ساتھ اپنی تنہائی میں مگن رہ کر اپنی زندگی کے دن گزارتے ہیں۔ اس تنہائی میں بس اب اللہ پاک ہی کی واحد ذات ہوتی ہے جس سے باتیں کی جاتی ہیں، اپنے دل کا حال احوال بتایا جاتا ہے۔ اس سے لو لگائی جاتی ہے کہ بس وہی واحد سہارا ہے جو ایک ٹوٹ کے بکھرے ہوئے انسان کو سنبھال سکتا ہے اور اس کی باقی کی تمام زندگی کو پر سکون کر سکتا ہے۔ اللہ پاک پر کامل یقین انسان کو فرش سے عرش تک لے جاتا ہے۔ ایک وہی ہے جو انسان کی ہر بات کو سنتا، سمجھتا، جانتا ہے اور ہر راستہ دکھاتا ہے۔ کیوں کہ بے شک اللہ پاک ہی دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

میٹھی عید

قرۃالعین خرم ہاشمی

"سحری افطاری میں سب کچھ تمہاری پسند کا بنے گا اگر تم روزہ ایمانداری سے رکھو گے۔"

کچن میں کام کرتی رابعہ نے مصروف انداز میں گیارہ سالہ بیٹے زین کی طرف دیکھا جو بہت غور سے ماں کو رمضان المبارک کی تیاری کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"افطاری میں سموسے، پکوڑے، دہی بڑے، فروٹ چاٹ اور۔۔"

وہ جلدی سے ان چیزوں کے نام لینے لگا جو ہر سال دستر خوان پر سجے ہوئے دیکھتا تھا۔ رابعہ نے سر ہلایا اور سموسے بنا کر احتیاط سے ٹرے میں رکھنے لگی تاکہ انھیں فریز کر سکیں۔

"آپ اتنا کچھ نمکین بناتی ہیں مگر میٹھے میں کچھ نہیں ہوتا۔" اس نے منہ بناتے ہوئے سوال کیا۔

"میٹھا عید پر بناتے ہیں بلکہ بہت خاص میٹھا ہر سال عید پر ضرور بنتا ہے۔" ان کی بات سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"مگر میں سحری اور افطاری میں بھی میٹھا ضرور لوں گا۔ سحری میں میٹھی دہی اور افطاری میں کسٹرڈ یا کھیر اور۔۔!" زین کو میٹھا بہت پسند تھا۔ اس لیے وہ پرجوش ہو کر ماں کو اپنی پسندیدہ چیزوں کے نام لکھوانے لگا۔ رابعہ نے سر ہلایا۔ تینوں بچوں میں سے زین ہی کھانے پینے کے معاملے میں نخرے دکھاتا تھا جبکہ اس سے بڑے علی اور ثمن ہر چیز ہی شوق سے کھا لیتے تھے۔ رمضان المبارک کا آغاز ہوا تو زین کی پسند کو منظر رکھ کر سحری اور افطاری میں میٹھے کا خاص اہتمام کیا گیا تاکہ وہ خوشی سے روزہ رکھے۔ زین کو صبر اور خوشی سے روزے رکھتے دیکھ کر اس کے والدین بہت خوش تھے۔ ایک دن زین کے قاری صاحب اسے پڑھا رہے تھے جب دس سالہ ریحان بھی پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ نسرین کا بیٹا تھا جو ان کے گھر کام کرنے آتی تھی۔ زین نے اسے دیکھتے ہی منہ بنا لیا۔

"تم گندے بچے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔" اس نے غصے سے کہا تو ریحان ڈر کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ قاری صاحب نے افسوس بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"بری بات ہے۔ کسی سے ایسے بات نہیں کرتے۔" انھوں نے نرمی سے تنبیہ کی۔

"وہ اتنا میلا بچہ ہے۔ نہاتا بھی نہیں ہے اور اس کے کپڑے بھی گندے ہوتے ہیں۔ میں تو روز نہا کر صاف کپڑے پہنتا ہوں۔" اس نے گردن اکڑا کر کہا۔ افطار میں کچھ دیر تھی اس لیے انھوں نے چھٹی دے دی۔ زین جلدی سے ڈرائنگ روم سے باہر نکلا تو لاؤنج کے صوفے پر نسرین اور ریحان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے افطاری کے تمام لوازمات موجود تھے۔ زین نے جب اپنا پسندیدہ ٹرائفل دیکھا تو اسے غصہ آگیا۔

"امی! میرا ٹرائفل اسے کیوں دیا ہے؟" اس نے نروٹھے پن سے کہا تو رابعہ نے گھورا۔

"تمہارا حصہ الگ رکھا ہوا ہے۔ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔" انھوں نے سخت لہجے میں کہا تو زین، ریحان کو گھورتا ہوا میز کی طرف بڑھ گیا۔

"اتنے گندے کپڑے ہیں ان کے۔ سارا صوفہ خراب ہو جائے گا۔" وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔ افطار کے بعد نسرین اور ریحان ان کے گھر سے باہر نکلے تو وہ جلدی سے ماں کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا۔

"اماں! زین اچھا بچہ نہیں ہے۔ ہمیشہ مجھ پر غصہ کرتا ہے۔" اس نے اداسی سے کہا تو نسرین نے اسے تسلی دی۔ عید کی آمد تھی۔ اس لیے رابعہ نے اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ ریحان کے بھی کپڑے خریدے۔ ریحان کپڑے لے کر بہت خوش تھا۔ وہ اپنا سوٹ تھام کر صحن میں آیا اور خود سے لگا کر دیکھنے لگا۔ اچانک بیرونی دروازہ کھول کر سائیکل چلاتا ہوا زین اندر آیا۔ ریحان کے ہاتھ میں نئے کپڑے دیکھ کر اسے غصہ آگیا۔

"تم چور ہو۔ یہ سوٹ میری امی لائی ہیں۔" اس نے پاس آ کر غصے سے سوٹ چھین کر اسے دھکا دیا۔ اسی وقت قاری صاحب نے ریحان کو گرنے سے بچانے کے لیے تھام لیا۔ انھیں دیکھ کر زین گھبرا گیا جبکہ ریحان رونے لگا۔ شور سن کر نسرین بھاگی آئی۔ ریحان نے روتے ہوئے ساری بات بتائی۔

"ہم چور نہیں ہیں۔ بیگم صاحبہ نے یہ کپڑے دیے ہیں۔" اس نے جلدی سے کہا اور ریحان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی۔

"زین بیٹا! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ آپ کا صاف ستھرا حلیہ اور اچھا نظر آنا اللہ کی نظر میں تب ہی پسندیدہ عمل بنے گا جب آپ کا دل بھی صاف اور پاکیزہ ہو گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ 4143)

اس لیے اپنے سے کمزور لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا رویہ رکھو۔ وہ غریب بچہ ہے جس کے لیے یہ چھوٹی خوشیاں بہت اہم ہیں۔" انھوں نے نرمی سے سمجھایا۔ زین سوچ میں پڑ گیا۔ روزہ افطار کرتے ہوئے بھی وہ چپ تھا۔ رابعہ کو اس کی حرکت کے بارے میں پتا چل گیا تھا اس لیے وہ خفا تھیں۔ رات کو وہ اس کے کمرے میں آئیں۔

"پرسوں عید ہے۔ تم ریحان کے لیے خریدا ہوا سوٹ بھی رکھ لو۔ تمہارے برے رویے کی وجہ سے اس نے کپڑے لینے سے منع کر دیا ہے۔ تمہاری وجہ سے مجھے بہت شرمندگی اٹھانی پڑی۔ وہ غریب ضرور ہیں مگر خوددار لوگ ہیں۔ محنت کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔" سخت لہجے میں کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔ زین نے سفید سوٹ کی طرف دیکھا۔ جسے تھام کر ریحان بہت خوش تھا۔ اسے پہلی بار اپنے رویے پر افسوس ہوا۔ چاند رات کو رابعہ شیر خرما کی تیاری کرنے لگی۔ اس کا بنایا شیر خرما سب کو بہت پسند تھا۔ رات کو جیسے ہی شیر خرما تیار ہوا تو زین اپنا حصہ لینے پہلے ہی کچن میں پہنچ گیا۔ رابعہ جانتی تھیں کہ اسے میٹھا بہت پسند ہے۔ اس لیے ایک باؤل الگ بھر کر رکھ دیا تھا۔

"خوشبو تو بہت اچھی ہے۔" اس نے باؤل کے پاس ناک لا کر سونگھتے ہوئے کہا۔

"ٹھنڈا ہو جائے تو صبح کھالینا۔" وہ نرمی سے گویا ہوئیں۔ اس نے سر ہلایا۔ کچھ دیر کے بعد وہ علی بھائی کے ساتھ گھر سے باہر نکلا تو رابعہ حیران رہ گئی۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں واپس آئے تو زین بہت خوش تھا۔ رابعہ نے اتنی رات کو باہر جانے کی وجہ پوچھی تو علی ہنس پڑا۔

"آپ کا لاڈلا اپنا شیر خرما اور عید کا سوٹ ریحان کے گھر دینے گیا تھا تاکہ وہ بھی برابری کی سطح پر ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکے۔" علی نے مسکراتے ہوئے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا تو زین نے سر ہلایا۔ رابعہ کو بہت اچھا لگا کہ زین نے اپنی غلطی کا مداوا خود کیا ہے۔

"زین کی سمجھداری پر اسے شیر خرما سب سے زیادہ ملے گا تاکہ میرا بیٹا ساری زندگی اخلاق کی ایک مٹھاس کو یاد رکھتے ہوئے ہمیشہ محبت اور خلوص کے میٹھے رنگوں سے عید منائے۔" انھوں نے پاس آ کر زین کے ماتھے پر پیار کیا تو وہ ماں سے لپٹ گیا۔ اسے ریحان کا خوشی سے چمکتا چہرہ یاد آنے لگا۔

ریحان نے جب عید کا سوٹ اور شیر خرما مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے تھاما تو اس کے معصوم چہرے پر میٹھی عید کے، میٹھے رنگ بکھر گئے تھے اور ان رنگوں نے ہی زین کی عید کو بہت خاص بنا دیا تھا۔

صہیب کی عید

ام عبداللہ

"وہ دیکھو! وہ بیری کے درخت کے پیچھے باریک سا چاند۔" بابا جانی خوشی سے چلائی۔
سب ان کی انگلی کی سمت چاند دیکھنے لگے تھے۔ بچوں بڑوں کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔امی جان نے اونچی آواز سے چاند دیکھنے کی دعا پڑھی۔"اے اللہ! اس چاند کو امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما، (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

"کل عید ہو گی۔" صہیب نے خوشی سے کہا۔ خوشی کے اظہار کے لیے آس پاس کی مساجد، بازاروں اور ن راستوں میں تکبیرات بلند ہونی شروع ہو چکی تھیں۔صہیب اور سعد بھی تکبیرات پڑھنے لگے: اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْد چھت پر چاند دیکھنے کے بعد وہ سب تکبیرات بلند کرتے نیچے اتر آئی۔

بابا جانی، سعد اور صہیب مل کر دادا ابو کو مسجد سے لینے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا اعتکاف مکمل ہو چکا تھا۔

وہ سب گھر پہنچے تو ننھی امامہ دادا جان کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ دادا جان نے اسے اٹھا کر پیار کیا اور اسے گود میں لے کر بیٹھ گئے، سب گھر والے بھی انہی کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

دادا جان نے شفقت سے سب کی جانب دیکھا اور کہنے لگے:
"یہ گنتی کے چند دن تھے جو ختم ہو گئے۔ ہم نے عبادت کے لیے اپنی سی محنت اور کوشش تو کی، لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔"

"دادا جان! میں نے سب روزے رکھے ہیں، نماز، تراویح، تلاوت، ذکر اور دعا کا بھی اہتمام کیا ہے۔" سعد بھائی نے اپنی رمضان کارکردگی دادا جان کے سامنے رکھی۔

"میں نے ان سب کے ساتھ ساتھ صدقہ بھی دیا ہے۔" صہیب کہاں پیچھے رہنے والا تھا، فوراً وہ بھی اپنی کارکردگی پیش کرنے لگا۔

"صبر کو اپنانے، سلام اور مسکراہٹ کے اہتمام کے ساتھ ساتھ لڑائی جھگڑے، جھوٹ اور چغل خوری سے بچنے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔" دادا جان یہ سن کر بہت خوش ہو رہے تھے۔

"ان دنوں میں جو بھی نیکی کا کام ہوا وہ اللہ کی توفیق سے ہوا، لہٰذا اگر ہم اس ماہ میں کوئی بھی نیکی کر سکے تو اس پر غرور دل میں نہ آنے پائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیاں ضائع ہو جائیں۔" بابا جانی نے بچوں کو سمجھایا۔

دادا جان نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سب ہی دعا میں شریک ہو گئے۔

"اے رب! تو ہمارے اعمال کو نہ دیکھ! اپنی وسیع رحمت کو دیکھ! تو ہمیں اپنا قرب ہماری عبادت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنے کرم کی بدولت عطا کر! تو اپنی عبادت کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے! ہمیں اخلاص کی دولت سے نواز اور بغیر حساب کے بخش دے!

اے اللہ! ہمیں آیندہ تمام زندگی کے لیے صراطِ مستقیم پر جمائے رکھنا اور کبھی نیکی کے مواقع سے محروم نہ کرنا۔" آمین ثم آمین!

عید کی صبح بہت خوب صورت اور گہما گہمی سے بھرپور تھی۔ سب جلد بیدار ہو گئے تھے۔ صہیب نے بہترین غسل اور مسواک کے بعد اپنا خوشبو سے مہکتا سفید کُرتا شلوار پہنا تو سب ہی اسے شہزادہ صہیب پکارنے لگے تھے۔ سعد بھائی بھی تیار تھے۔ نمازِ عید پر جانے سے پہلے امی جان نے سب کو بالائی اور بادام رکھی کھجور یہ بتاتے ہوئے کھانے کے لیے دی کہ نمازِ عید سے پہلے میٹھی چیز خصوصاً کھجور کھانا سنت ہے۔ اتنی مزے دار سنت پر عمل کرتے ہوئے بچے بہت خوش ہوئے۔ نمازِ عید کے لیے جاتے ہوئے وہ راستے میں بڑے جوش سے تکبیرات بھی بلند کر رہے تھے۔ راستے میں ہی ابا جان نے صدقہ فطر ادا کیا اور بچوں کو بتایا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا ہے، تاکہ روزہ دار کے لیے لغو اقوال و افعال سے پاکیزگی ہو جائے اور مسکینوں کو کھانے کو مل جائے۔ نمازِ عید سے واپسی پر وہ ایک دوسرے راستے سے گھر آئے کہ یہ بھی ایک سنت ہے۔

دن کے کھانے سے پہلے پہلے سب عزیز اور دوست صہیب کے گھر عید ملنے کے لیے آئے، وہ سب سے ہنستے مسکراتے ہاتھ ملاتا اور گلے ملتا۔ عید کی ملاقات کی دعا تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْکُمْ (اللہ تعالیٰ ہم سے اور آپ سے عبادت قبول فرمائے) بھی بہت شوق سے پڑھتا۔ شام کو صہیب اور اس کے گھر والے سب کے گھر عید ملنے گئے۔ دن بھر صہیب کے پاس بہت سی عیدی بھی جمع ہو چکی تھی۔ وہ بہت خوش تھا اور رمضان المبارک میں سیکھی جانے والی اچھی عادات اور عبادات پر ساری زندگی عمل کرنے کے لیے پُر عزم بھی!!

مانی اور ٹمی

سمیرا انور

"مانی! مانی! تم کہاں ہو؟ میں کب سے تمھیں تلاش کر رہی ہوں اور تم کل سے کہاں غائب ہو؟"

ٹمی بلی نے اپنی سہیلی مانی کے دروازے پر دستک دی اور جب کسی نے دروازہ نہ کھولا تو اس نے آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ مانی اس کی بہت اچھی اور اکلوتی سہیلی تھی۔ وہ کل صبح سے اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دی تھی اب وہ پریشان ہو کر اس کے گھر چلی آئی لیکن یہاں بھی کوئی موجود نہ تھا۔ اس کے امی، ابو اور چھوٹی بہن بھی گھر میں نہیں تھے۔ شاید وہ کسی شادی میں گئے ہوں یا ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے اچانک گھر چھوڑ گئے ہوں، مگر مجھے تو مانی نے بتانا تھا، یہ سوچتے سوچتے ٹمی جوں ہی گلی سے مڑنے لگیں تو اس نے ان چاروں کو آتے دیکھا۔ وہ جلدی سے بھاگ کر ان کے پاس پہنچی تو مانی کو روتے ہوئے دیکھا۔ اس کی امی کے پاؤں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ابو کے سر پر شدید چوٹ کا زخم دکھائی دے رہا تھا۔ مانی اور اس کی چھوٹی دونوں اسے دیکھ کر سسکنے لگیں۔

"مانی یہ سب کیا ہوا ہے؟ امی اور ابو کی یہ حالت کس نے کی ہے؟" ٹمی نے انھیں چپ کراتے ہوئے پوچھا۔

"کل رات جو بارش ہوئی اس کی وجہ سے پانی ہمارے گھر میں داخل ہونے لگا تو امی اور ابو پانی روکنے کے لیے مٹی رکھنے لگیں، پھسلنے کی وجہ سے دونوں بری طرح زخمی ہو گئے۔ ہم ساری رات ہسپتال میں رہے، ڈاکٹر نے دونوں کو سختی سے آرام کرنے کا کہا ہے۔ اب ہمارے گھر کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے مانی اسی لیے پریشان ہے کہ یہ سب کیسے ہو گا۔" مانی کی بجائے اس کی چھوٹی بہن ٹپی نے کہا۔

"ارے پریشانی کس بات کی ہے، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔" ٹمی نے مانی کی طرف دیکھا اور اسے تسلی دی۔ اس کے بعد ٹمی اپنے گھر سے گوشت کا سالن بنا کر لائی اس نے انھیں کھانا کھلایا۔ مانی نے اپنے امی، ابو کو دوا کھلائی اور پھر ٹپی سے ان کا خیال رکھنے کا کہا اور ٹمی کے ساتھ کھانے کی تلاش میں چلی گئی۔

"دیکھو مانی! تم بالکل فکر نہ کرو، ہم دونوں مل کر سب کچھ کر لیں گی۔ کھانے کا اور دوا کا انتظام آج ہی ہو جائے گا پھر ہم روز مل کر یخنی بنائیں گے اور امی، ابو کو دیں گے اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے لیکن تم ہمت نہ ہارو بلکہ انھیں بھی حوصلہ دو تا کہ وہ اپنی بیماری پر زیادہ نہ سوچیں۔" ٹمی نے اسے سمجھایا۔ مانی نے اپنی اچھی سہیلی کی طرف دیکھا جو اس کا کتنا خیال رکھ رہی تھی۔ اس نے پورے ایک ہفتے کا راشن اپنی جیب خرچ سے اسے دلایا اور پھر جوس بھی لے کر دیے۔ ابھی وہ یخنی کے لیے گوشت لے کر واپس آ رہی تھیں کہ ٹمی نے میمی چوہیا کو بھوک سے نڈھال دیکھا تو مانی کو ٹھہرنے کا کہا اور پھر گوشت کا ایک ٹکڑا شاپر سے نکال کر اسے دے دیا۔ مانی کو اچھا نہ لگا تو بول پڑی: "ٹمی یہ کیا کر رہی ہو، گوشت کم پڑ جائے گا یہ تو کام چور ہے کچھ بھی نہیں کرتی بس مانگنے پر ہی رہتی ہے۔"

"نہیں مانی! یہ ایسی نہیں ہے، آج اس کی طبیعت نڈھال لگ رہی ہے۔" ٹمی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ مانی نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا اور گھر میں داخل ہو گئی۔ اس کے بعد دونوں نے یخنی بنائی۔ ٹمی کی خدمت پر مانی کے امی، ابو اسے دعائیں دینے لگے۔ اگلے دن دونوں نے قیمہ خریدا اور گھر کی طرف چل پڑیں۔ وہ باتیں کرتی جا رہی تھیں کہ بھومی بلا روتا دکھائی دیا۔ اس کے بچے بھی بھوک سے بلک رہے تھے۔ ٹمی کو ان پر بہت ترس آیا اس نے تھوڑا سا قیمہ نکال کر انھیں دے دیا وہ خوش ہو کر کھانے لگے۔ بھومی بلا اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ مانی کو بہت غصہ آیا اس نے ٹمی کی طرف دیکھا اور چیخنے لگی: "تم یہ بھی انھیں دے دو، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" مانی نے یہ کہہ کر اس سے شاپر چھینا اور دوسری طرف پھینک دیا۔ ٹمی خاموشی سے اسے دیکھنے لگی کہ اس کی سہیلی کا دل کتنا چھوٹا ہے، اسے اپنے علاوہ کسی کا بھی خیال نہیں ہے۔" ٹمی چپ چاپ اپنے گھر کی طرف چل دی۔ شاپر وہیں پڑا رہا کیوں کہ مانی بھی غصے سے چلی گئی تھی۔ اس کے امی، ابو اس کا انتظار کر رہے تھے اسے خالی ہاتھ دیکھا تو ان کی بھوک مزید بڑھ گئی۔ مانی نے انھیں ساری بات بتائی تو وہ افسوس بھرے انداز سے اسے دیکھنے لگے۔

"تم نے ایسا کیوں سوچا مانی! اپنی چیز میں سے کسی کو دینا کتنی اچھی بات ہے اور ٹمی ہمیں کتنے دن سے کھلا رہی ہے اس نے تو کبھی ایسا نہیں سوچا۔" اس کی امی نے دکھ بھرے انداز سے کہا۔

"اس نے تو کبھی ہمیں جتایا بھی نہیں ہے، اتنے اچھے انداز سے خدمت کر رہی ہے۔" اس کے ابو نے بھی کہا۔

"اب ہم کیا کھائیں گے مانی! مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" اس کی بہن ٹپی نے روتے ہوئے کہا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی جب مانی نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بھومی بلّا قیمے کا شاپر لیے کھڑا تھا۔ اس نے مانی کو پکڑا دیا اور واپس پلٹ گیا۔ مانی نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور اپنے امی، ابو اور بہن کو کھانا دے کر اپنی پیاری سہیلی کو منانے چل دی کیوں کہ اسے اپنی غلطی کی معافی بھی مانگنا تھی۔

بچوں کے فن پارے

حسن بلال سوم ،عثمان پبلک اسکول کراچی

خدیجہ نواز 12 سال حافظ آباد

رابعہ شہزادی 12 سال لاہور

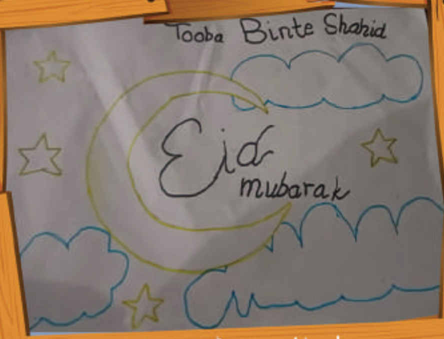

طوبیٰ شاہد ، دوم ، ڈیرہ اسماعیل خان

لبیب حماد آرمی پبلک اسکول خضدار

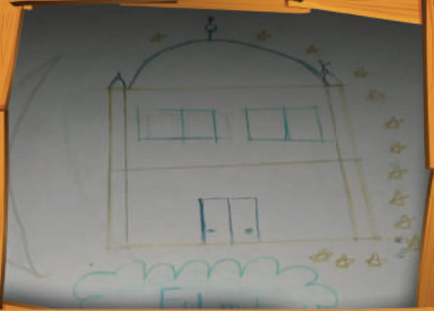
محمد سوم ڈیرہ اسماعیل خان

محمد علی مرتضیٰ،12 سال اوکاڑہ

نور الہدیٰ 7سال فیصل آباد

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ کراچی سے **محمد سفیان** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہنامہ فہمِ دین

اپریل 2024ء کے سوالات

سوال 1: شہزاد کی عمر کیا تھی؟

سوال 2: شب قدر کون سی تاریخ میں ہوتی ہے؟

سوال 3: روزہ کسے کہتے ہیں؟

سوال 4: ننھے اسماعیل علیہ السلام جہاں ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں کیا ہوا؟

سوال 5: سمیرا کی امی نے اس سال رمضان سادگی سے گزارنے کی کیا وجہ بتائی؟

پیارے بچو!!!

آپ کو سب سے زیادہ کون اچھا لگتا ہے؟

ہمم امی جان اور ابو جان بالکل ایسی ہی بات ہے امی اور ابو جان واقعی میں بہت پیارے ہوتے ہیں اسی لیے تو باپ جنت کا دروازہ ہے اور ماں کے قدموں تلے جنت بتائی گئی ہے یعنی جنت جیسی خوبصورت جگہ کا راستہ امی اور ابو جان کے آس پاس سے ہو کر گزرتا ہے۔ امی اور ابو جان راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں اور آپ بچوں کے لیے کی گئی امی ابو جان کی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیاں اور عید کی خوشیاں ہم سب تک پہنچ رہی ہیں ایسے میں ہر کام میں آپ نے امی اور ابو جان کی مدد کروانی ہے۔ نت نئی اور بہت زیادہ فرمائشیں کر کے انہیں بہت تنگ نہیں کرنا۔

اس مرتبہ عید پر آپ نے ایک مزے کا کام کرنا ہے۔ آپ کے پاس جو بھی عیدی جمع ہو جائے اس میں سے اپنے امی ابو کے لیے کوئی سا بھی تحفہ لائیے اور بہت محبت اور احترام سے انہیں یہ تحفہ دیجیے۔ آپ کے اس پیارے سے عمل سے ان شاءاللہ وہ بہت خوش ہوں گے اور ان کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ بھی آپ سے راضی ہوں گے ان شاءاللہ

اللہ پاک آپ سب کا دنیا و آخرت میں شاد آباد رکھے آمین ثم آمین

مارچ 2024ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر منگلا سے محمد احمد عابد کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

مارچ 2024ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: حیدرآباد

جواب 2: حضرت آدم علیہ السلام

جواب 3: دو دفعہ گرنے کی وجہ سے

جواب 4: نائٹروجن گیس

جواب 5: ربیع الاول چھ ہجری

سنیے!!!!

یہ سوالات مارچ 2024 کے شمارے سے لیے گئے۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 اپریل 2024ء ہے

ماہِ رمضان الوداع

جوہر عباد

کیوں جا رہے ہو ماہِ مہربان الوداع
ہر دل عزیز اور عزیز از جان الوداع
آؤ گے اگلے سال اے رمضان الوداع

بس ایک ہی مہینے کے مہمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آئے جو تم تو ہر طرف رونق بکھر گئی
لگتا تھا جیسے زندگی اک دم نکھر گئی
ہر ایک مسلمان کی قسمت سنور گئی

سب کو کیا ہے تم نے شادمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جکڑے گئے سارے ہی شیاطینِ پُر فعال
بھڑکائیں مؤمنوں کو کہاں اُن کی یہ مجال
ہو ہی گئے لعین وہ کمزور اور نڈھال

کیا خوب تر بنے ہو پاسبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے ہو کتنے لوگوں کو صلوٰۃ کی طرف
مسنون نوافل و تسبیحات کی طرف
حتیٰ کہ پاک مال کی زکوٰۃ کی طرف

اے عالی مرتبت و عالیشان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آمد سے تمہاری گھروں میں رونقیں ہوئیں
افطار اور سحر میں عجب برکتیں ہوئیں
مہمان نوازی میں کیا کیا سبقتیں ہوئیں

رو رو کے کہہ رہے ہیں میزبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بچّوں نے بڑے شوق سے روزہ کشائی کی

رمضان کی لذّت سے خوب آشنائی کی
ننھّی عمر میں اللہ کی مدح سرائی کی

پورے ہوئے معصوموں کے ارمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے جو تم نمازِ تراویح مع القرآن
لگنے لگا عبادتوں میں سب کا ہی دھیان
دل کو عجب سکون ملا روح کو اطمینان

ہم پہ تمہارے کتنے ہیں احسان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

اللہ نے بانٹیں دس دنوں میں رحمتیں دن رات
پھر اِس کے بعد مغفرت کی ہو گئی بہتات
اور آخری عشرے میں جہنم سے دی نجات

واللہ تمہاری ہے کیا آن بان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بخشی شبِ قدر ہزاروں راتوں سے بڑھ کر
توبہ کی گناہ گاروں نے انجام سے ڈر کر
لاکھوں ہی جہنم سے چھوٹے اللہ اکبر

شامل ہیں اُن میں بوڑھے وجوان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پسندیدہ ماہ ہو تم
اِس امّتِ آخر کے منظورِ نگاہ ہو تم
ہر ایک روزہ دار کے حق میں گواہ ہو تم

کھولو گے حشر میں درِ ریّان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

پورے مہینے خوب کیا سب کو مستفید
جاتے ہوئے بھی دی مسرّتوں بھری نوید
ہر خاص و عام کے لئے تہوار پُر سعید

عید الفطر کا کر گئے اعلان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جاتو رہے ہو لوٹ کے آنا پھر اگلے سال
رحمت و بخشش ساتھ میں لانا پھر اگلے سال
زندہ رہے تو ہم کو بھی پانا پھر اگلے سال

جوہر تمہارا اللہ نگہبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: حافظ محمد اطہر

حمدِ باری تعالیٰ

زمیں کے لوگ ہوں یا اہلِ عالم بالا
ہر اک زباں پر ہے سبحان ربّی الاعلیٰ
ترے قلم کی گواہی مرقّعِ عالم
فضائیں آئینہ میں، دل ہو دیکھنے والا
دیے حسین خدوخال تونے مٹّی کو
ترے جمال کے سانچوں نے آدمی ڈھالا
زمین تِیرہ کے منہ سے لگادیا تونے
مہ و نجوم بھر آسمان کا پیالہ
پڑھے قصیدۂ وحدت، ہجوم کون و مکاں
تو سب کا رب ہے کسی نے تجھے نہیں پالا
ہر اک سانس کو میری بنا چراغِ حرم
نہ ہو ذرا بھی میرا نامۂ اعمال کالا

انتخاب: ظفراللہ　　　شاعر: مظفر وارثی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سرِ شام گنبدِ سبز تک جو با احترام نظر گئی
تمہیں کیا بتاؤں جو اس گھڑی دلِ مضطرب پہ گزر گئی
جو تجلّیوں کا نزول تھا، مری روح میں وہ سما گیا
جو فضا میں نکہتِ خاص تھی وہ مشامِ جاں تک اتر گئی
جو تمام نکہت و نور ہے، مجھے اس دیار میں یوں لگا
کہ سواری میرے حضورؐ کی ابھی اس طرف سے گزر گئی
میں درِ رسول تک آگیا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے
مری آنکھ بجھ گئی تو کیا، مری زندگی تو سنور گئی
مجھے مل گئیں مری منزلیں، کبھی یہ حرم، کبھی وہ حرم
کوئی روشنی میرے ساتھ تھی، میں جدھر گیا وہ اُدھر گئی
یہ جسد ہے میرا جو گھر میں ہے، مری روح اب کہیں اور ہے
مری بات اس نے سنی نہیں، وہ حجاز میں ہی ٹھہر گئی

انتخاب: محمد سعد　　　شاعر: اقبال عظیم

رمضان کے بعد بھی عبادت پر قائم رہو

رمضان المبارک میں الحمد للہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام ہو جاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب آیندہ سال تک مسجد سے چھٹی ہو گئی، بلکہ یہ کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ نماز باجماعت پڑھنے کی آیندہ بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو واجبات و فرائض ہمارے ذمہ عائد کیے ہیں، وہ ایسے ہیں جن کا کرنا ہمارے لیے مشکل ہو اور آدمی ان کو ادا نہ کر سکے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرض ہی کیوں فرماتے۔ لہٰذا جتنے بھی کام ہیں اسے چاہے وہ فرائض کی ادائیگی ہو یا گناہوں سے بچنا ہو وہ سب ہماری وسعت اور اختیار میں ہے، جو کام ہمارے اختیار میں نہ تھا وہ اللہ نے فرض ہی نہیں کیا۔ بات صرف ہمت کی ہے۔ اللہ نے انسان کی ہمت میں بڑی طاقت رکھی ہے۔ اس ہمت کو استعمال کر کے اپنی آیندہ زندگی بھی اللہ کی مرضی کے مطابق اور شریعت کے احکام کے مطابق گزارو۔

انتخاب: محمد اظہر

(اسلام اور ہماری زندگی، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب)

عید کے روز گلے ملنا کب بدعت ہے؟

عید کے دن آپ نے عید کی نماز پڑھی اور عید کی نماز کے بعد دو مسلمان بھائیوں نے خوشی کے جذبات میں آکر آپس میں ایک دوسرے سے گلے مل لیے تو اصلاً گلے ملنا کوئی ناجائز فعل نہیں یا مثلاً ابھی آپ یہاں مجلس سے اٹھیں اور کسی سے گلے مل لیں تو کوئی گناہ کی بات نہیں، جائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ عید کی نماز کے بعد گلے ملنا عید کی سنت ہے اور یہ بھی عید کی نماز کا حصہ ہے اور جب تک گلے نہیں ملیں گے، اس وقت تک عید نہیں ہوگی تو یہی عمل اس وقت بدعت بن جائے گا، اس لیے کہ ایک ایسی چیز کو سنت قرار دیا، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار نہیں دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو نہ سنت قرار دیا اور نہ اس کی پابندی کی، اب اگر کوئی شخص گلے ملنے سے انکار کر دے کہ میں تو نہیں ملتا اور آپ اس سے کہیں کہ آج عید کا دن ہے، کیوں گلے نہیں ملتے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے عید کے دن گلے ملنے کو لازمی قرار دے دیا اور از خود لازمی قرار دے لینا ہی اس کو بدعت بنا دیتا ہے، لیکن ویسے ہی اتفاقی طور پر گلے ملنے کو دل چاہا اور گلے مل لیے تو یہ بذاتِ خود بدعت نہیں، بہر حال! کسی بھی مباح عمل کو لازم قرار دینے یا اس کو سنت یا واجب قرار دینے سے وہ بدعت بن جاتی ہے۔

اشعار

متاعِ زیست کیا، ہم زیست کا حاصل سمجھتے ہیں
جسے سب درد کہتے ہیں، اُسے ہم دل سمجھتے ہیں

انتخاب: نعیم الدین شاعر: اصغر گونڈی

میعادِ اسیری ختم ہوئی یا منزل آخر آ پہنچی
کیوں آج قفس کا ہر گوشہ گلزار بنایا جاتا ہے

انتخاب: محمد علی رضا شاعر: شعری بھوپالی

اڑائے کچھ ورق نرگس نے کچھ لالہ نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

انتخاب: عبدالصمد شاعر: اقبال

خدا ہی جانے کہ تعبیر خواب کیا نکلے
ہوا کے دوش پہ دیکھا ہے رقص شعلوں کا

انتخاب: معاذ حنیف شاعر: امید فاضلی

مجبور ہو کر ہم اس کی یوں انجمن سے نکلے
جیسے قفس میں پڑ کر بلبل چمن سے نکلے

انتخاب: محمد اسامہ زنگی شاعر: نظیر اکبر الہ آبادی

امیر جمع ہیں احباب، دردِ دل کہ لیے
پھر التفاتِ دل دوستاں رہے نہ رہے

انتخاب: محمد خالد عبیر شاعر: امیر مینائی

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں
کمی ہے کون سی، یارب ترے خزانے میں

انتخاب: عبدالباری شاعر: نواب میرزا خاں داغ

اغلاط العوام

مسئلہ: مشہور ہے کہ ایک روزہ رکھنا اچھا نہیں، اس مشہور کی بھی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ: عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا چاہے، اس کو چاہیے کہ ایک روزہ ضرور عید سے اگلے ہی دن رکھے، ورنہ پھر وہ روزے نہ ہوں گے، سو یہ بالکل بے اصل بات ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نفل روزہ کی سحری نہیں ہوتی، یہ غلط ہے۔ اس میں فرض نفل سب برابر ہیں۔

مسئلہ: بعض عوام سے سنا گیا ہے کہ نفل روزہ بعد نمازِ مغرب کے افطار کرے۔ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

(اغلاط العوام سے محمد یعقوب کا انتخاب)

اعمال میں جمعیت حاصل کرنے کا سنہری موقع

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک انسان کے آنے والے سال کا ایک نمونہ ہوتا ہے، اس لیے جس بندے نے جمعیت کے ساتھ رمضان المبارک گزارا، اس کا آنے والا سال بھی جمعیت کے ساتھ گزرے گا اور جس کا رمضان المبارک تفرقہ کے ساتھ گزرا، اس کا آنے والا سال بھی تفرقہ کے ساتھ گزرے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے تہجد کی پابندی نصیب ہو، وہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ تہجد کی پابندی کرلے، آنے والے سال میں اللہ رب العزت اپنی مدد فرمائیں گے اور اس کو تہجد کا دوام عطا فرمادیں گے، اگر کسی کو یہ شکوہ ہے کہ میری آنکھ میرے قابو میں نہیں ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے، وہ پورا رمضان المبارک اپنی نظروں کی حفاظت کرلے تو اللہ رب العزت اسے آئندہ پورے سال میں نگاہوں پر کنٹرول عطا فرمادیں گے، اسی طرح جو آدمی جھوٹ سے نہیں بچ سکتا، وہ پورے رمضان المبارک میں جھوٹ سے بچے، اللہ رب العزت اسے آنے والے سال میں جھوٹ سے محفوظ فرمادیں گے۔

گویا جس طرح اپنا رمضان المبارک گزاریں گے، ہمارا آنے والا سال اسی طرح گزرے گا۔ پورا رمضان المبارک باقاعدگی سے تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ آنے والے سال میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

برکاتِ رمضان

ضرب الامثال

پریت نہ جانے ریت	محبت کے دستور نرالے
پگڑی اتار دی	رسوا کر دیا
پتھر نہیں پگھلتے	سنگ دل کو رحم نہیں آتا
چرخ سے مہتاب توڑیں	بہت ہوشیاری دکھانا
رات کا پیٹ بھاری ہے	رات سب عیبوں کو چھپا لیتی ہے

انتخاب: محمد احمد وٹو

محاورات

سر کھجانے کی فرصت نہ ملنا	بہت مصروف ہونا
سر سے پانی اونچا ہونا	کسی امر کا انتہا کو پہنچنا
سر آنکھوں پر رکھنا	بہت احترام کرنا
ڈونگرے برسانا	بہت تعریف کرنا
قسمت کو رونا	بد قسمتی پر آنسو بہانا

انتخاب: محمد حسن ظفر

BAITUSSALAM

رمضان اور بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

مستحق اور سفید پوش گھرانوں کی مثالی خدمت

رپورٹ: خالد معین

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ یوں تو پورے سال موقع بموقع لاکھوں افراد کی خدمت کسی نہ کسی شکل میں کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن رمضان المبارک میں اہل خیر کے تعاون سے خدمت کا یہ جذبہ بہت زیادہ اور دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ اس سال بھی خدمت کی کئی شکلیں اور سلسلے تادم تحریر (19 رمضان تک) جاری ہیں اور رمضان کے آخر تک جاری رہیں گے۔ ان شاء اللہ!!

سحری افطاری: ہر سال کی طرح اس سال بھی ہزاروں افراد کے لیے سحری افطاری کا سلسلہ جاری ہے، الحمد للہ

تحفہ رمضان: رمضان میں راشن فراہمی کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، گزشتہ سال تحفہ رمضان سے 16 لاکھ 50 ہزار افراد کی خدمت کی گئی۔ اس سال بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للہ

ہدیہ کھجور: سحری افطاری اور راشن کے علاوہ کھجور کا ہدیہ بھی ہمیشہ کی طرح اس سال بھی پیش کیا گیا۔

لباس جوتے وغیرہ: ہر سال ہزاروں افراد کو لباس اور جوتوں کا ہدیہ دیا جاتا ہے، اس سال بھی یہ سلسلہ جاری ہے، خاص طور پر یتیم بچوں کے لیے کپڑوں اور جوتوں کے ساتھ ساتھ ان کی پسند کے مطابق کھلونے اور چشمے وغیرہ بھی ان کی عیدی کا حصہ بنائے گئے ہیں۔

گوشت فراہمی: بقر عید میں وقف قربانی کے علاوہ سال کے باقی دنوں میں بھی ہزاروں افراد کو گوشت کا ہدیہ دیا جاتا ہے الحمد للہ اس سال بھی یہ سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔

پکا پکایا کھانا: الحمد للہ رمضان میں ہزاروں افراد کو ہر سال کی طرح پکا پکایا کھانا بھی پیش کیا جا رہا ہے

J.
FRAGRANCES
DISCOVER YOUR
Scent
DISCOVERY SET FOR MEN
JANAN
JANAN
JANAN
zarar
zarar BLEU
WASIM AKRAM 502
DEFENDER
XPOSE
1947
LEGACY
DISCOVERY SET
FOR MEN
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

بیت السلام موبائل ایپ

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

- قبلہ ڈائرکشن
- ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
- آن لائن ڈونیشن
- زکوۃ کیلکولیٹر
- لائیو اور ریکارڈ بیانات
- روزمرہ کی دعائیں
- قرآن کریم
- نماز ٹائمنگ